امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72

مورخہ ۱۸ر ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۴ر نومبر ۲۰۲۲ء روز سوموار

شمارہ نمبر 43

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں..........
- رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل..........
- یادوں کے چراغ
- کتابوں کی دنیا، اداریہ
- مدارس اسلامیہ پر مضامین ومقالات
- ہفتہ رفتہ، طب و صحت

خطبۂ صدارت

مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا فضل واحسان ہے کہ اس نے مجھے یہ توفیق عطاء فرمائی کہ میں مدارس اسلامیہ کنونشن اور ورکشاپ میں شرکت کر سکا۔ جہاں کئی صوبوں سے دردمند دل لیے متفکر علماء، مدارس کے ذمہ داران اور مختلف میدانوں کے ماہرین امۃ اسلامیہ؛ اس ملک کی ترقی، تحفظ اور بقاء کے تعلق سے غور وفکر اور، تبادلہ خیال کرنے کے لیے، امارت شرعیہ کے زیر اہتمام ''مدارس اسلامیہ کنونشن'' میں جمع ہوئے ہیں۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم.**

میں آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے ہماری دعوت قبول کی اور یہاں تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اس فکرمندی کو قبول فرمائے اور آپ کے جمع ہونے کو مدارس کی حفاظت اور تعلیم کی بہتری کا ذریعہ بنائے۔ **تقبل اللہ منا ومنکم جمیعا. آمین.**

مدارس کی جلی خدمات:

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مدارس اسلامیہ نے اس امت اور ملک کی لیٹریسی ریٹ (literacy rate) بڑھانے میں مجموعی طور پر تمام اقلیتی گروپ اور غالباً اکثریت سے بھی زیادہ کام کیا ہے۔ کیوں کہ تقریبا 4 فیصد مسلم طلباء؛ مدارس سے تعلیم کا اغاز کرتے ہیں۔ ملک کے چپے چپے میں موجود مدارس سے فارغ ہونے والے علمائے کرام اور اہل علم نہ صرف دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں بلکہ ملک میں تعلیم کے فروغ کا خوب کام کرتے ہیں۔

مدارس کی خدمات کی ایک جلی تاریخ رہی ہے لیکن مختلف حکومتوں کی اقلیت مخالف تعلیمی پالیسی، میڈیا کے ذریعے قائم کئے گئے مدارس کے سلسلہ میں منفی تصور، ہمارا فکری انحطاط اور اخلاص میں زبردست گراوٹ نے غیر مسلموں کے اندر مدارس کے لیے شک وشبہ اور خاص طبقہ میں نفرت پیدا کر دیا ہے، یہاں تک کہ مدارس سے ناواقف بعض مسلمانوں کے اندر بھی مدارس کے تئیں شک وشبہ کی بنیاد ڈال دی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک زمانے میں ہندوؤں اور سکھوں کے ایلیٹ کلاس (elite class) کے لوگ اپنے نونہالوں کو تعلیم و تربیت اور تہذیب سیکھنے کے لیے، مدرسوں میں بھیجنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ راجہ رام موہن رائے، ڈاکٹر راجندر پرشاد، منشی پریم چند، ڈاکٹر سچید انند سنہا، مولانا عبید اللہ سندھیؒ (جب وہ مذہبی طور پر سکھ تھے) اور ان جیسے کثیر تعداد میں دانشوران نے اپنا تعلیمی سفر مدارس ہی سے شروع کیا تھا۔ ہندوستان کا عام شہری یہ سمجھتا ہے کہ مدارس میں صرف مسلمان پڑھتے ہیں الجزیرہ کی ایک رپورٹ کے مطابق مغربی بنگال کے نئے مدارس میں تقریبا 15 فیصد طلباء غیر مسلم ہیں۔ خود بہار میں سال 2009 میں تقریبا ۱۰ر فیصد طلباء غیر مسلم تھے۔ مدارس اسلامیہ اسلامی علوم وفنون کے ضامن ہیں۔

کیا مدارس غیر قانونی ہیں؟

میں چاہتا ہوں کہ اس گفتگو کا آغاز مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ امیر شریعت سابع بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے تاریخی جملوں سے کروں جو انہوں نے ۳ر فروری ۲۰۰۲ء کو خانقاہ رحمانی مونگیر میں منعقد اجلاس ''ناموس مدارس اسلامیہ کنونشن'' سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

''جن مدارس اسلامیہ نے دین اور علم کو اس ملک میں پروان چڑھایا، صدیوں سے نئی نسل کی تعلیم وتربیت اور ملک کی تہذیب وترقی میں بڑا رول ادا کیا، ہندوستانی فکر کو توانائی بخشی، حب الوطنی کا درس اور وطن کے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر خدمت کا جذبہ پیدا کیا، انہیں مدارس کو شک وشبہ کے دائرہ میں لایا جا رہا ہے، ان پر دہشت گردی کا الزام لگایا جا رہا ہے، اور یہ ''بدترین خدمت'' پڑھے لکھے لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے، حکومت کے ذمہ داروں کی طرف سے ہو رہی ہے۔ ایسے لوگوں کو وطن کی محبت اور وطن کے مستقبل کی کوئی پرواہ نہیں، وہ دیکھ رہے ہیں، تو صرف یہ کہ اقتدار پر قبضہ اور مسلسل قبضہ کی راہ کس طرح بنائی جائے۔ مگر ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے، کہ وطن کا مفاد، سیاسی اغراض اور اقتدار کی ہوس سے بہت اونچا ہے''۔

یہ واضح ہے کہ ماضی کی طرح ایک بار پھر سیاسی مفاد کی خاطر مدارس پر الزام تراشی کا موسم آیا ہے اور ماحول بنایا گیا ہے، سیاسی وغیر سیاسی لوگ الزام تراشی وجھوٹ گوئی کے میدان میں کود پڑے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نفرت اور تشدد کی آبیاری کرتے ہیں، جنہوں نے فرقوں اور طبقوں کی دراڑ کو خلیج میں تبدیل کر رکھا ہے اور سیاسی منفعت کو ملک پر ترجیح دی ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو معاشرہ میں زہر گھولنے کے لئے مدارس کو لگاتار نشانے پر لیے ہوئے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ نفرت پر آمادہ ذہنیت جھوٹ اور بے بنیاد الزام کے ذریعہ مدارس اور ان کے علماء کو بدنام کر کے مجرم ثابت کرنا چاہتی ہے، حالاں کہ تاریخ گواہ ہے کہ مدارس اور علماء مجموعی طور پر ہمیشہ بے داغ رہے ہیں، ان کے کام، مشن، اور تحریکات صاف اور شفاف رہے ہیں۔ یہی وہ مدارس اور علماء ہیں جنہوں نے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں قائدانہ کردار ادا کیا اور سرفروشانہ حصہ لیا اور جنہوں نے آزاد ہندوستان میں نئی نسل کی تعلیم، تعمیر اور تہذیب کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔

مدارس کو غیر فائدے مند اور اصول وضوابط سے باہر ہونے کا بھرم پیدا کرنے کے لئے نئی نئی اصطلاحات قائم کی جارہی ہیں مثلا ''غیر قانونی مدارس، '' ان آتھرائزڈ (unauthorized) اور ان ریکوگنائیز (unrecognize) جو سوال ہمیں پوچھنا ہے اور جس کا جواب یہ طاقتیں نہیں دے رہی ہیں وہ یہ ہے کے ان اصطلاحات کے معانی اور اس کی تفصیلات کیا ہیں؟

دستور ہند کی بنیادی حقوق کی دفعہ ۳۰ یقین دہانی کراتی ہے کہ ہر مذہبی یا لسانی اقلیت کو اپنی مذہبی، لسانی، ثقافتی اور تعلیمی تحفظ اور ترقی کے لیے تعلیم دینے اور تعلیمی ادارے قائم کرنے کا حق ہے۔ سپریم کورٹ کی ایک رولنگ میں تعلیم کو بنیادی حقوق میں شمار کیا گیا ہے۔ مدرسہ میں بچوں کی تعلیم کا نظم کیا جاتا ہے، ان کی تربیت کی جاتی ہے، دستور ہند کے مطابق یہ کام صحیح ہے اور آئین کے عین مطابق ہے، اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ مدارس کو غیر قانونی کہنا آئین ہند کو نظر انداز کرنا ہے، اسی طرح اقلیتی تعلیمی اداروں کو اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں کی کسی بورڈ سے تصدیق کروانے یا ریکاگنیشن (recognition) لینے کی لازمیت یا ضرورت کو دستوری سمجھنا غلط فہمی ہے۔

ارباب اقتدار پہلے مرحلہ میں چند مدارس کو غیر منظور شدہ کہہ کر بند کرنا چاہیں گے اور اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئے تو دوسرے مرحلے میں منظور شدہ مدارس کے نصاب اور طریقہ تعلیم میں تبدیلی کریں گے۔ ارباب اقتدار کے یہ ارادے آئین میں دیے گئے بنیادی حقوق کے خلاف ہیں اسلئے کہ دستور ہند میں اقلیتوں کو اپنے تعلیمی ادارے کھولنے اور چلانے کے جو تحفظات دیئے گئے ہیں، وہ ملک کو محفوظ، مطمئن اور متحد رکھنے کی کامیاب کوشش ہے۔

ہاں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ دستوری نظام میں تمام کام دستور سے ہوتا ہے کسی بھی ادارہ کو قائم کرنے کے لئے جو مقامی میونسپل اور صوبائی ومرکزی طریقہ کار ہیں آئین کی بنیادی حقوق کی دفعات کے مطابق ان کی اتباع ضروری ہے۔ مثلا اگر آپ بلڈنگ بنا رہے ہیں تو یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ، خدانخواستہ، اگر آگ لگ جائے تو اس صورت میں محفوظ طریقے سے بچوں کے نیچے اترنے کے لیے کیا انتظامات ہیں، وغیرہ۔

اسلام پر دہشت گردی سکھانے کا الزام

مدارس پر یہ بھی بے بنیاد الزام لگایا گیا کہ وہ دہشتگردی کی تربیت دیتے ہیں اور بنیاد پرستی کی ترویج کرتے ہیں۔ میڈیا اور پولیٹی کل میسجنگ کے ذریعے یہ بات عام کی گئی کہ ''تمام مسلمان دہشت گرد نہیں ہیں؛ مگر تمام دہشت گرد مسلمان ہیں، جبکہ حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔

(بقیہ صفحہ: ۱۳ر پر)

بموقع

مدارس اسلامیہ کنونشن

مورخہ ۶/نومبر ۲۰۲۲ء، بروز اتوار

بمقام

کانفرنس ہال المعہد العالی امارت شرعیہ

قاضی نگر، پھلواری شریف، پٹنہ

بلا تبصرہ

''سرکاری نوکریوں میں رزرویشن کے پچاس فی صد کے دائرہ کو بڑھانا چاہئے، پس ماندہ (او، بی، سی) زیادہ پچھڑا (ای، بی، سی) کو ان کی آبادی کے حساب سے رزرویشن کی سہولت نہیں مل پاتی ہے، ذات کی بنیاد پر مردم شماری کی بات بھی اسی تناظر میں کی جاتی ہے، ایک بار صحیح تعداد سامنے آنے سے ان کے لئے منصوبہ بندی میں سہولت ہوگی، ہم اگر صرف ذات کی بنیاد پر مردم شماری ہی نہیں کرا رہے، بلکہ معاشی حالات کے بارے میں بھی جانکاری لی جائے گی، اس کی بنیاد پر ہم کسی بھی برادری کے غریب انسانوں کی مدد کریں گے''۔ (وزیر اعلیٰ بہار: ۹/نومبر ۲۰۲۲ء، دینک جاگرن)

اللہ کی باتیں ---رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

لوگو! موت کو یاد رکھو

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ کر جھڑ جائیں گے اور جب سب دریا بہہ پڑیں گی اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی یعنی ان سے مردے نکل کھڑے ہوں گے، اس وقت ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا، اے انسان! تجھ کو کس چیز نے تیرے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے، جس نے تجھ کو انسان بنایا، پھر تیرے اعضاء کو درست کیا، پھر تجھ کو اعتدال پر بنایا اور جس صورت میں چاہا، تجھ کو ترکیب دیدیا، ہرگز مغرور نہیں ہونا چاہئے، بلکہ تم خود جزا وسزا کو جھٹلاتے ہو اور تم پر تمہارے سب اعمال کے یاد رکھنے والے، معزز لکھنے والے مقرر ہیں، جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں، نیک لوگ بیشک آسائش میں ہوں گے اور بدکار لوگ بیشک دوزخ میں ہوں گے، روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے اور پھر داخل ہو کر اس سے باہر نہ ہوں گے اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ روز جزا کیا ہے اور ہم پھر مکرر کہتے ہیں کہ آپ کو کچھ خبر ہے کہ روز جزا کیا ہے، وہ ایسا دن ہے، جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی'' (سورہ انفطار، ترجمہ معارف القرآن، ج:۸)

مطلب: قرآن مجید کی متعدد آیات میں علامات قیامت اور اس کے احوال وکوائف کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو دل میں آخرت کا یقین پیدا کرنے اور اس کے ذریعہ اپنی زندگی کے رخ کو متعین کرنے کی تلقین کی اور تنبیہ کیا کہ خبردار دنیاوی زندگی کو اپنی آخری منزل نہ سمجھنا، کیونکہ دنیا حرکت کا ایک میدان ہے اور تمہاری اس دنیا میں حیثیت ایک راہ گیر کی ہے، جو چلتا ہی چلتا ہے، ٹھہرتا نہیں اور اس کے بالمقابل آخرت سکون ابدی کا قیام ہے، لہٰذا دنیا دل لگانے کی چیز نہیں اور آخرت دل سے بھلانے کی چیز نہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ آج دنیا میں انسان جن چیزوں سے سب سے زیادہ غافل ہوتا جا رہا ہے، وہ یہی ہے آخرت سے بےفکر اور اللہ کے حضور جوابدی کا تصور، جو اس وقت ہم سب کی نظروں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے، اس لئے قرآن مجید کی مکی سورتوں میں عقیدہ توحید کے بعد قیامت کے ظہور اور جزا وسزا کے وقوع پر سب سے زیادہ زور دیا گیا، تاکہ لوگ اپنے اعمال کو درست رکھیں، کسی دھوکہ میں نہ پڑیں، مگر ہوتا یہ ہے کہ اگر معاشرہ اور سماج میں کسی شخص کی موت واقع ہوگئی تو حال کو دیکھ کر مستقبل کے بارے میں فکر مند ہو جاتے ہیں اور انسان سوچنے لگتا ہے کہ ہم کو بھی ایک دن اس دنیا سے جانا ہے، لیکن پھر وہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر آخرت سے بےخبر ہو جاتا ہے، اسی کو قرآن میں فرمایا گیا تم جلد حاصل ہونے والی چیز کو پسند کرتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو، حالانکہ وہ ابدی مقام ہے، اسی تصور کو قرآن ایمان والوں کے دلوں میں پیوست کرانا چاہتا ہے کہ جس دن آسمان پھٹ پڑے گا اور ستارے گر کر بکھر جائیں گے، قبریں الٹ دی جائیں گی اور تمام مردے زندہ ہو کر اوپر آ جائیں گے، اس دن ہر آدمی کو اپنے کئے کا علم ہو جائے گا، اگر اس نے دنیا میں کوئی کار خیر کیا تو اس کو اس کا اچھا بدلہ ملے گا اور جس نے برے عمل کئے، اس کو سزا دی جائے گی، اگر ہر انسان کے دلوں میں آخرت کو کامیاب بنانے کی فکر پیدا ہو جائے تو اس کی دنیاوی زندگی سدھر جائے گی، پھر اللہ کے سامنے جوابدی کے تصور سے اس کا دل ہمیشہ لرزتا رہے گا کہ دنیا میں کئے گئے اچھے اور برے اعمال کا حساب دینا ہے، اس لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ لوگو موت کو یاد کرو اور اس کو یاد رکھو جو دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے جو دنیا میں اطاعت شعار بن کر زندگی گذاریں گے وہ روز قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر ذہن میں تازہ رکھنے کی توفیق بخشے۔

ہدیے اور تحفے دلوں کی کدورت کو دور کرتے ہیں

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں ہدیے، تحفے دیا کرو، ہدیہ دلوں کی کدورت کو دور کرتا ہے، تعلقات کو بہتر بناتا ہے اور ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کے ہدیے کیلئے بکری کے کھر کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر اور کمتر نہ سمجھے'' (ترمذی شریف)

وضاحت: ہدیہ وتحفہ لینے دینے سے، آپس کے تعلقات وروابط مضبوط ومستحکم ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی کا جذبہ ابھرتا ہے اور تعلق خاطر میں اضافہ ہوتا ہے، اسی لئے احادیث میں ہدیہ وتحفہ کو خوشی سے قبول کرنے کی ترغیب دی گئی اور صحابہ کرام کو اس کی تلقین بھی فرمائی کہ آپس میں ہدیہ وتحفہ دیا کرو، اس سے دلوں کی کدورت اور رنجش دور ہوگی اور محبت میں اضافہ ہوگا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام ایک دوسرے کو کثرت سے ہدایا پیش کرتے اور دوسرے صحابہ خوشی سے قبول کرتے تھے اور یہی مکارم اخلاق کا تقاضہ بھی ہے کہ اگر جذبہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ معمولی چیزیں بھی ہدیے میں پیش کی جائیں تو اس کو حقیر اور کمتر نہ سمجھنا چاہئے، مناسب تو یہی ہے کہ ہدیہ میں عمدہ اور نفیس چیزیں پیش کی جائیں اور اس کے بدلہ اور صلہ میں کوئی دوسری چیزیں ہدیہ دینے والے کو بھی دی جائے، اگر کچھ دینے کے لئے نہ ہو تو بطور شکر کے کلمہ خیر یعنی جزاک اللہ، ضرور کہنا چاہئے، لیکن بدقسمتی ایسی کہ مسلمانوں کے درمیان سے اس سنت کا اہتمام ختم ہوتا جا رہا ہے، صرف مخصوص اصحاب وارباب کو ہدیہ پیش کرنے کا رواج باقی رہ گیا ہے، لیکن اپنے دوست وپڑوسی کے یہاں ہدیہ بھیجنے کا رواج ہی کم ہو گیا ہے، یا ختم ہوتا جا رہا ہے اور اگر تھوڑا بہت باقی بھی ہے تو اس میں خود غرضی کی آمیزش ہے، اگر دینے والے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر طعن وتشنیع شروع کر دیتے ہیں، حالانکہ احادیث میں ہدیہ وتحفہ کو رضائے الٰہی اور قرب خداوندی کا بھی ذریعہ بتایا گیا ہے، لہٰذا ایمان والوں کو ہر ایسے اقدام سے پرہیز کرنا چاہئے، جس سے سنت رسول کی اہانت ہوتی ہو، اس لئے ہدیہ صرف اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر دیجئے، تاکہ معاشرتی زندگی میں امن وسکون کی فضا قائم ہو، اپنائیت کو فروغ حاصل ہو اور دلوں کی کدورت دور ہو، کچھ ہدائے ایسے ہیں، جنہیں خوشدلی سے قبول کرنا چاہئے، جس کی حدیث پاک میں تلقین بھی آئی ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ہدیہ قبول ہی کرنا چاہئے، تکیہ، تیل اور دودھ، غور کیجئے تو پتہ چلے گا کہ یہ تینوں چیزیں انسانی ضروریات میں شامل ہیں، اس کو دینے اور لینے میں دل میں فرحت وانبساط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ایک حدیث میں خوشبودار چیزیں خواہ وہ عطر کی صورت میں ہو یا پھل کی شکل میں، اس کو قبول کرنا چاہئے، کیونکہ خوشبودار پھول جنت کا تحفہ ہے، البتہ ہدیہ میں لینے والے کی ضروریات کو پیش نظر رکھنا زیادتی محبت کا وسیلہ ہے، انہیں بنیادوں پر بہت سے اکابر کے یہاں نقد کی شکل میں ہدیہ دینے کا معمول رہا ہے تاکہ لینے والے اپنی ضرورت کے لحاظ سے سامان خرید سکیں، بہرحال روپے پیسے ہوں یا دوسری اشیاء آپس میں ان کو رواج دیا جائے ''تھادوا تحابوا'' ہدیہ دیتے رہو تاکہ محبت وانس پیدا ہو۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

آیت میراث میں لڑکے اور لڑکیوں کے حصہ پر اعتراض کا جواب

س: سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱/ میں لڑکے اور لڑکیوں کا حصہ بیان کیا گیا ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں موجود ہوں تو ہر لڑکے کا دو حصہ اور ہر لڑکی کا ایک حصہ ہوگا، لیکن اگر صرف لڑکی ہی ہو اور وہ ایک ہو تو اس کو میت کے کل ترکہ کا نصف (۱/۲) ملے گا اور اگر دو یا اس سے زائد ہوں تو ثلثان (۲/۳) ملے گا، اس پر اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اسلامی شریعت میں لڑکے اور لڑکیوں کے حصہ میں فرق کیا گیا ہے اور لڑکیوں کے ساتھ لڑکے کے ہونے کی صورت میں لڑکیوں کا جو متعینہ حصہ (نصف، ثلثان) ہے، وہ مختلف ہو جاتا ہے، یعنی لڑکوں کے نہ ہونے کی صورت میں لڑکیوں کو جو حصہ ملنا چاہئے اس میں کمی ہو جاتی ہے، لڑکیوں کو ان کا متعینہ حصہ نہیں مل پاتا ہے اور ایہ امتیاز صرف جنس کی بنیاد پر کیا گیا ہے، جس کی تائید قرآن کریم کے اصولوں سے نہیں ہوتی۔

ج: (الف) حیرت ہے اعتراض کرنے والے کی عقل وفہم اور علمی قابلیت ولیاقت پر، وہ خود اپنا نظریہ قرآن کریم کے صریح قانون کے خلاف پیش کر رہے ہیں اور قرآنی قانون کو قرآنی اصول کے خلاف قرار دے رہے ہیں۔

قرآن کریم کی آیت میراث میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی لڑکے اور لڑکیوں کے حصہ کے درمیان فرق کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر لڑکیوں کے ساتھ لڑکے بھی ہوں تو ہر لڑکے کو دو حصے اور ہر لڑکی کو ایک حصہ ملے گا اور اگر صرف لڑکی ہو تو ایک ہونے کی صورت میں نصف (۱/۲) اور ایک سے زائد ہونے کی صورت میں ثلثان (۲/۳) ملے گا۔

''يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيۡ اَوۡلَادِكُمۡ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنۡ كَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ'' (النساء: ۱۱)

قرآن کریم کے اس واضح قانون کے بعد بھی لڑکے اور لڑکیوں کے حصہ کے درمیان فرق کو قرآنی اصول کے خلاف قرار دینا بہت ہی جسارت اور دین سے دوری کی بات ہے۔

(ب) اور یہ کہنا کہ ''لڑکیوں کو لڑکوں کی موجودگی میں ان کا متعینہ حصہ نہیں ملتا ہے'' شرعاً غلط اور بےبنیاد ہے، اس لئے کہ قرآن کریم نے لڑکوں کی موجودگی میں لڑکیوں کا جو حصہ متعین کیا ہے، وہ لڑکیوں کو مل رہا ہے، ان کا حق کم نہیں ہو رہا ہے، ہر حال میں لڑکیوں کو نصف یا ثلثان دینا ممکن نہیں ہے، کیوں کہ اگر اس متعینہ حصہ کو ہر حال میں لازم قرار دیا جائے تو شرعی وارثین کو اپنے حصہ سے محروم ہونا پڑے گا، جیسا کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہو اور وہ اپنے وارثین میں اپنی بیوی، ماں، باپ، ایک لڑکا اور ایک لڑکی کو چھوڑے تو متوفی کا کل متروکہ صرف لڑکا اور لڑکی کو مل جائے گا اور بیوی، ماں، باپ محروم ہوں گے، اس لئے کہ لڑکی کو نصف ملے گا اور چوں کہ اعتراض کرنے والے کے بقول لڑکے اور لڑکیوں کے درمیان مساوات ضروری ہے، اس لئے لڑکے کو بھی نصف مل جائے گا، جب لڑکا اور لڑکی دونوں نصف، نصف لے لیں گے تو پھر بیوی اور والدین کے لئے کچھ بچے گا نہیں، جس کی وجہ سے وہ محروم ہوں گے، حالانکہ تینوں شرعی وارث ہیں اور کسی حال میں محروم ہونے والے نہیں ہیں۔

(ج) رہی یہ بات کہ ''یہ امتیاز صرف جنس کی بنیاد پر ہے'' غلط اور بےبنیاد ہے، اس لئے کہ اگر یہ فرق صرف جنس کی بنیاد پر ہوتا تو اخیافی (ماں شریک) بھائی، بہن کے درمیان بھی فرق ہوتا، حالاں کہ ترکہ کی تقسیم میں ان کے درمیان برابری ہوتی ہے، جیسا کہ آیت کلالہ سورہ نساء میں مذکور ہے:

''وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امۡرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوۡ أُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ فَإِن كَانُوا أَكۡثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِن بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوۡ دَيۡنٍ'' (سورۃ النساء: ۱۲)

ترجمہ: اور اگر کوئی میت خواہ مرد ہو یا عورت اس کے نہ اصول ہوں، نہ فروع اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن (اخیافی) ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ لوگ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی (۱/۳) حصہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔

اب رہی یہ بات کہ لڑکیوں کا حصہ لڑکوں کے مقابلہ میں کم کیوں ہے؟

تو علامہ نوویؒ نے مسلم شریف کے حاشیہ میں اس فرق وامتیاز کی بہت ہی اچھی حکمت بیان کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''چوں کہ عورتوں کے بالمقابل مردوں کے اخراجات اور ان پر مالی بوجھ زیادہ ہے، مثلاً بیویوں اور نابالغ اولاد کا نفقہ وسکنی، بچوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اور ان کی تعلیمی اخراجات، مہمانوں کی ضیافت، مسافروں اور محتاجوں کی معاونت وغیرہ مردوں ہی سے متعلق ہیں، عورتوں پر عام حالات میں کوئی مالی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے، اس لئے ترکہ میں ان کا حصہ زیادہ مقرر کیا ہے:

''وحکمته ان الرجال تلحقهم مؤون کثیرة بالقیام بالعیال والضیافات وارفاد القاصدین ومواساة السائلین، وتحمل الغرامات وغیر ذالک'' (النووی علی المسلم: ۳/۳۵)

اسی طرح کی کچھ حکمت علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں لکھی ہے:

''مع ان احتیاجهن الی المال اقل لان ازواجهن ینفقون علیهن'' (روح المعانی: ۳/۳۳۹)

یعنی عورتیں مردوں کے مقابلہ میں مال کی محتاج کم ہوتی ہیں، اس لئے کہ ان کے شوہر ان پر خرچ کرتے ہیں۔

مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ قانون میراث اس ذات عالی کا بنایا ہوا ہے، جو حکیم بھی ہے اور اس کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہوتا، یہ الگ بات ہے کہ ہمارے ذہن کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی، لہٰذا آیت میراث پر اعتراض عقل وفہم کی کمی اور احکام شریعت سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہے، بلا سوچے سمجھے اس طرح کا اعتراض کسی طرح دانشمند کا کام نہیں ہے، اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 43 مورخہ ۱۸؍ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۴؍نومبر ۲۰۲۲ء روز سوموار

تحفظ مدارس اوراس کا طریقہ کار

۶؍نومبر ۲۰۲۲ء روز اتوار دس بجے دن میں تحفظ مدارس اوراس کا طریقۂ کار طے کرنے کی غرض سے امارت شرعیہ کے زیر اہتمام ایک اہم، غیر معمولی اور عظیم الشان ’’مدارس اسلامیہ کنونشن‘‘ کا انعقاد کیا گیا، جس میں بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال کے چارسو سے زائد مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران اوران کے نمائندوں نے شرکت کی، مفکرملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی صدارت میں منعقد اس کنونشن نے ایک تاریخ رقم کی، کنونشن میں عموماً تحریری آراء پیش کی گئیں، جسے کمپوٹر کی مدد سے لوگوں کے سامنے رکھا جا تا رہا، کنونشن کے آخر میں تحفظ مدارس کے لیے عملی تجاویز محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے پیش کیا، جسے مجمع نے ہاتھ اٹھا کر منظوری دی، اس موقع سے نائب امیر شریعت حضرت مولانا شمشاد رحمانی دامت برکاتہم کی تالیف ’’جنرل نالج‘‘ اور مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کے تعلیم سے متعلق خطبات کا مجموعہ ’’مدارس اسلامیہ اور ہماری ذمہ داریاں‘‘ کا اجراء بھی عمل میں آیا، جسے حافظ امتیاز رحمانی خانقاہ رحمانی مونگیر نے مرتب کیا ہے، کنونشن میں ان کتابوں کی اہمیت وافادیت اور ضرورت پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

کنونشن میں پیش کیے گیے بعض مضامین ومقالات میں مدارس کی اہمیت وافادیت، ضرورت اوران کے قیام میں علماء کرام کی قربانیوں کا تفصیل سے ذکر کیا گیا تھا، ان کے علاقہ بیش تر مقالات وہ تھے، جن میں مدارس کے تحفظ کے لیے سرکاری ضابطوں کے مطابق طعام وقیام انتظام وانصرام، اکاؤنٹس سسٹم کے مطابق حسابات کے اندراج، ٹرسٹ یا سو سائٹی ایکٹ کے تحت مدارس کے رجسٹریشن، نصاب تعلیم میں جدید اور مفید اضافے، عمارت کو رجسٹرڈ کرانے کے طریقے، طلبہ کے لیے شفقت ومحبت کے ماحول کی فراہمی اور تعلیم کے معیار کو اونچا اٹھانے کے لیے عملی تجاویز پیش کیے گیے تھے، پوراہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، اور بہت سارے لوگ کھڑے ہوکر کنونشن کی کاروائی سے مستفید ہو رہے تھے، امیر شریعت کا صدارتی خطاب انتہائی جامع، مؤثر اور مفید تھا، اس خطاب میں انہوں نے ماضی، حال کو جمع کر کے مستقبل کی منصوبہ بندی کے خطوط پر روشنی ڈالی اوران خطوط کو زمین پر اتارنے کے لیے حضرت نائب امیر شریعت نے پچاس پچاس مدارس کے ذمہ داروں کو بُلا کر منصوبہ بند انداز میں کام کو آگے بڑھانے کے طریقہ کار پر گفتگو کی، پروگرام کی تفصیلات اور تجاویز کے مندرجات اس شمارہ میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

کنونشن میں ہی اس بات کا اعلان کر دیا گیا تھا کہ ان تمام قیمتی تحریروں کو جن میں خطبۂ صدارت اور خطبۂ استقبالیہ بھی ہے، نقیب میں شائع کر کے لوگوں تک پہونچایا جائے گا؛ تاکہ اس پر عمل کا آغاز ہو سکے، حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے کنونشن کے بعد جائزہ میٹنگ میں باضابطہ اس کی منظوری دی، چنانچہ موجودہ شمارہ معمول کے عنوانات والے صفحات کو چھوڑ کر پورے کا پورا کنونشن میں پڑھے گئے، مضامین ومقالات رپورٹ اور تجاویز پر مشتمل ہے، اس شمارے کے مندرجات کے مطالعہ کے بعد تحفظ مدارس کے لیے جو طریقۂ کار بتلایا گیا ہے، اس پر عمل کیا گیا تو یقیناً مدارس سے متعلق بہت سارے ابتلاء وآزمائش سے ہم بچ جائیں گے، ضرورت عمل کی ہے، بغیر عمل کے ہم مدارس کے خلاف اٹھنے والے طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، عقلمند وہ ہے جو برسات کے آنے کے پہلے چھتری خرید لے اور چھپر کی مرمت کرالے۔

مدارس کے خلاف پورے ملک میں جو طوفان اٹھا ہے، اس کی زد میں آسام اور یوپی کے مدارس آچکے ہیں، دوسری ریاستوں کی طرف اس طوفان کے بڑھنے کے امکانات سے انکار نہیں کیا جاسکتا، اس طوفان کے مقابلہ کے لیے اجتماعی قوت درکار ہے، مدارس کو اجتماعی قوت فراہم کرنے کی غرض سے امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے وفاق المدارس الاسلامیہ قائم کر رکھا ہے، جس سے بڑی تعداد میں مدارس ملحق ہیں، مدرسہ کے نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور نظام امتحان میں یکسانیت پیدا کرنے اور طلبہ میں مقابلہ جاتی ذہن پیدا کرنے کے لیے اس وفاق سے جڑیں، یہ وفاق آپ کو داخلی اور خارجی دونوں طوفان سے بچانے میں ان شاء اللہ ممد ومعاون ہوگا۔

گورنروں کی رسہ کشی

آئین میں منتخب ریاستی حکومت کے اوپر قانونی سربراہ گورنر کو قرار دیا گیا ہے، یہ اصلا مرکزی حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے، ریاست میں حکومت کسی پارٹی کی ہو، گورنر مرکزی حکومت کے مشورے کا پابند اور اس کے منصوبوں کے مطابق ریاستی حکومت سے کام کروانا چاہتا ہے، اب اگر ریاست ومرکز میں الگ الگ پارٹی کی حکومت ہو تو گورنر اور ریاستی وزراء اعلیٰ کے درمیان اختلاف، رسہ کشی اور ٹکراؤ ناگزیر ہو جاتا ہے، دونوں الگ الگ سمت میں ریاست کو لے جانا چاہتے ہیں اور جب انجن ڈبل ہو اور وہ گاڑی کو مخالف سمتوں میں کھینچ رہے ہوں تو کیا حشر ہوگا، آپ خود سمجھ سکتے ہیں، ریاست کی بد حالی اور ترقی کی رفتار میں رکاوٹ کا یہ بڑا سبب ہے، اس ٹکراؤ کی وجہ سے ترقیاتی کام رک جاتے ہیں اوران کاموں کو روکنے کے لیے منتخب جمہوری حکومت کے خلاف گورنر سد راہ ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے جب رکاوٹ آئینی عہدہ دار کی طرف سے ہو تو اسے دور کرنا آسان نہیں ہوتا، کانگریس کے عہد حکومت میں اس قسم کے ٹکراؤ کی نوبت عموما نہیں آتی تھی اور آجاتی تو بھی اخلاقی اقدار کا خیال رکھا جاتا تھا، تہذیب کا دامن نہیں چھوڑا جاتا تھا اور اختلاف کی ایک سرحد تسلیم کی جاتی تھی، جس سے آگے بڑھنا عہدے اور وقار کے منافی سمجھا جاتا تھا۔

مرکز میں بی جے پی حکومت کے آنے کے بعد یہ اقدار باقی نہیں رہے، گورنر سے ریاستی حکومتوں کو کمزور کرنے کا کام لیا جانے لگا یا ان کی بے لگام زبان فرقہ پرستوں کی ترجمان بن گئی، اڈیشہ اور میگھالیہ کے سابق گورنر کا یہ بیان تو آپ کو یاد ہی ہوگا کہ ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے، آئینی عہدہ پر بیٹھے ہوئے ملکی آئین کے خلاف اس قسم کا بیان گورنر کے عہدے اور وقار کے خلاف ہے، بھگت سنگھ کوشیاری کا یہ کارنامہ بھی آپ کو یاد ہوگا کہ انہوں نے مرکزی حکومت کے اشارے پر راتوں رات صدر راج ختم کرنے کی سفارش کی اور پھر صبح صادق کے وقت دیورفرزنویس کو وزیر اعلیٰ کا حلف دلا دیا، اسمبلی میں ان کی اکثریت نہیں تھی اس لئے معاملہ ’’بیٹھے بھی نہیں تھے کہ نکالے گئے‘‘ جیسا ہو گیا اور انہیں استعفیٰ دینا پڑا، کانگریس، این سی پی اور شیو سینا کی مہا اگھاڑی کی حکومت قائم ہوئی اور کچھ دن کے بعد گورنر کی ہی مدد سے ایکنا تھ شنڈے کی سرکار مہاراشٹر میں بن گئی، ان تمام اُتھل پتھل، ادل، بدل، میں گورنر کے رول سے جمہوریت پسند عوام کو سخت صدمہ ہوا۔

ابھی کچھ دن قبل ہی کی بات ہے کہ مغربی بنگال کا گورنر ہاؤس سبزی منڈی بن گیا تھا، وہاں کے گورنر جگدیپ دھنکڑ ے ہر دن منتخب حکومت کو دھمکیاں دینے لگے تھے، اعلیٰ افسران کو طلب کر کے باز پرس کرنا ان کا روز کا معمول بن گیا تھا، ایک بار تو انہوں نے اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں خطبہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا، بڑی مشکل سے ان کو راضی کیا جاسکا، ان امور کا ان کو آئینی اختیار نہیں تھا، لیکن دھنکڑ ے اپنے حدود واختیار سے تجاوز کرنے لگے تھے، بالآخر ممتا بنرجی کو پریشان کرنے کا انعام انہیں نائب صدر جمہوریہ بنا کر دیا گیا۔

جھارکھنڈ کے گورنر نے تو وہاں کے وزیر اعلیٰ ہیمنت سورین کی اسمبلی کی رکنیت کو ہی خطرے میں ڈال دیا تھا، وہاں بی جے پی نے کانگریس ارکان اسمبلی کی خریداری کا کام بھی شروع کر دیا تھا؛ تاکہ حکومت گرادی جائے، ہیمنت سورین نے بڑی جرأت کے ساتھ اسمبلی میں تحریک اعتماد لاکر اس سلسلے کو ختم کرایا، لیکن اب بھی گورنر صاحب کا کہنا ہے کہ جھارکھنڈ میں ایٹم بم کا دھماکہ ہوگا۔

تازہ رسہ کشی کیرل کے گورنر عارف محمد خان نے شروع کر رکھی ہے، انہوں نے کیرل کی تمام یونیورسیٹیوں کے وائس چانسلر کو یک قلم برخواست کر دیا، معاملہ ہائی کورٹ گیا اور کیرل ہائی کورٹ نے گورنر کے حکم کی تعمیل پر روک لگا دی، عارف محمد خان کے نزدیک مشہور مؤرخ ڈاکٹر عرفان حبیب مجرم ہیں، انہیں مسلمانوں کے ’’اللہ حافظ‘‘ کہنے پر بھی اعتراض ہے، بہت سارے اخبار اور چینل کے لیے انہوں نے اپنے دروازے پر نو انٹری، ممنوع الدخول کا بورڈ لگا رکھا ہے، وہ آر ایس ایس کے منظور نظر ہیں، وہ خود بھی تین دہائی قبل سے ہی آر ایس ایس سے اپنے تعلقات کا اقرار کرتے ہیں، تعلقات کی اس مدت کو وہ کم کر کے دکھاتے ہیں، کیوں کہ آر ایس ایس کے لیے کام کرنا تو انہوں نے نفقہ مطلقہ کے وقت سے ہی شروع کر دیا تھا، ان کی پارلیامنٹ میں نفقہ مطلقہ سے متعلق اسلام مخالف تقریر کو اب تک لوگ نہیں بھولے ہیں، مشہور یہی ہے کہ عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے، لیکن اب اتنا بھی کمزور نہیں ہے کہ پینتیس چالیس سال قبل کی دھواں دھار تقریر بھی ذہن سے محو ہو جائے۔

گورنروں کا یہ طرز عمل اوران کی مداخلت (Governoritis) ہماری جمہوریت کو کمزور کر رہی ہے، یہ غیر دستوری، غیر جمہوری اور غیر آئینی بھی ہے، کیوں کہ گورنر کا دائرہ کار آئین میں مذکور ہے اور اس دائرہ سے باہر نکل کر کام کرنے کی اجازت کسی پارٹی سے متعلق گورنر کو نہیں دی جاسکتی۔

زہریلی ہوا

فضائی آلودگی سے یوں تو پورا ملک پریشان ہے، لیکن حال میں بہار کی آب وہوا کی جو تفصیلات مرکزی آلودگی کنٹرول بورڈ نے ایک سو چوہتر شہروں کے بارے میں فراہم کی ہے اس نے ساکنان بہار کو تشویش میں بتلا کر دیا ہے، پورے ملک میں فضائی آلودگی کے اعتبار سے بہار چھٹے نمبر پر آ گیا ہے۔ اوراس کے آٹھ شہروں کٹیہار، چھپرا، مظفر پور، سیوان، بیگوسرائے، پٹنہ، سمستی پور اور موتیہاری کی فضا انتہائی خراب ہے، اس کے علاوہ آرہ، بتیا، بہار شریف، دربھنگہ، پورنیہ، مونگیر اور حاجی پور کی فضائی حالت بھی اچھی نہیں ہے، گاندھی میدان اور دانا پور میں گرد وغبار کے ذرات نے ماحولیات کو خراب کر رکھا ہے، آلودگی کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، سائنس دانوں کے مطابق ہوا میں ذرات کی مقدار زیادہ سے زیادہ ساٹھ (۶۰) مائیکروگرام ایک گھن میٹر پر ہونا چاہیے، جو ابھی تین سو آٹھ (۳۰۸) مائیکروگرام تک پہونچا ہوا ہے، اگر اس حالت میں سدھار کی کوئی شکل نہیں بنی تو سردی کے موسم میں ٹھنڈی ہوا سے اس میں مزید اضافہ ہوگا اور یہ انسانی صحت کے لیے انتہائی خطرناک ہو جائے گا۔

مرکزی آلودگی کنٹرول کی رپورٹ پر اعتماد کریں تو گاندھی میدان حلقہ میں گرد وغبار کے ذرات پی ایم ۲ء۵ کی مقدار تین سو تینتیس (۳۳۳) مائیکروگرام اور دانا پور میں تین سو اکانوے (۳۹۱) ہر ایک گھن میٹر آراضی پر ہے، جو اوسط مقدار سے پانچ گنا زیادہ ہے، ہوائی اڈہ علاقہ کا تین سو سینتالیس (۳۴۷) راجدھانی پارک کا دو سو برانوے (۲۹۲) تارامنڈل کا دو سو ترانوے اور پٹنہ سیٹی کا دو سو بہتر (۲۷۲) ہے۔

اس فضائی اور ماحولیاتی آلودگی کا سب سے زیادہ نقصان ان لوگوں کو ہوتا ہے جو ناک کے بجائے منہہ سے سانس لیتے ہیں، بچے، کھلاڑی اور دمہ کے مریضوں کو مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، منہہ سے سانس لینے کی وجہ سے گرد وغبار کے ذرات کا بآسانی پھیپھڑے تک پہونچنا ممکن ہوتا ہے، اور یہ جسم میں جا کر خون میں داخل ہو جاتے ہیں۔

ان حالات میں ڈاکٹروں کا مشورہ ہے کہ منہہ کے بجائے ناک سے سانس لینے کی کوشش کی جائے، بچے بوڑھے خاص طور سے گھر سے نکلنے سے گریز کریں، گھر سے نکلنا بہت ضروری ہو تو ماسک لگا کر نکلیں، گھر کے آس پاس اور قرب وجوار میں پانی کا چھڑکاؤ کریں تاکہ گرد وغبار کے اڑنے کا امکان کم سے کم باقی رہے، اگر احتیاطی تدابیر اختیار نہیں کیے گیے تو انسان مختلف امراض کا شکار ہوسکتا ہے، سر درد، منہ اور گلے میں جلن، آنکھوں میں تیزابیت اور خارش، ناک سے خون آنا، گلے میں خراش، سانس لینے میں دقت، قئے، متلی، سستی، پیٹ میں درد اور ناک بہنے کی شکایت ہو سکتی ہے، اس لیے احتیاطی تدابیر اختیار کیجئے کیوں کہ احتیاط اور تدبیر ہر حال میں علاج سے بہتر ہے۔

یادوں کے چراغ

.... : مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حضرت سید شاہ نور الدین احمد فردوسی ندوی

خانقاہ منیر شریف کے ستائیسویں سجادہ نشیں، سمپورن وکاس دل کے سابق نائب صدر، ماہنامہ اشارہ پٹنہ کے سابق مدیر، ہفتہ وار اخبار ہم دم پٹنہ کے بانی ومدیر اعلیٰ، حضرت سید شاہ نور الدین احمد فردوسی منیری عرف پیارے صاحب کا 29/شعبان 1431ھ مطابق 10/اگست 2010ء روز اتوار خانقاہ منیر شریف میں انتقال ہوگیا، پس ماندگان میں اہلیہ، دولڑکے سید شاہ طارق عنایت اللہ، سید شاہ ایمن اور چھ لڑکیاں اور دو نامور بھائی علوم عربیہ ودینیہ کے ممتاز عالم مولانا تقی الدین ندوی فردوسی دامت برکاتہم اور علی احمد فردوسی کو چھوڑا، تدفین چھوٹی درگاہ منیر شریف میں مقبرہ سے جانب جنوب بڑے چبوترے پر والدہ ماجدہ کے بغل میں ہوی۔

حضرت سید شاہ نور الدین احمد فردوسی بن سید شاہ عنایت اللہ فردوسی (م 1 دسمبر 1991ء) بن سید شاہ فضل حسین منیری (م 1924ء) بن سید شاہ امجد حسین (م 1921ء) حسنی ہاشمی منیری کی ولادت 18/شعبان 1351ھ مطابق 17/دسمبر 1932 میں پٹنہ سیٹی کے صدر گلی میں ہوئی، مکتب کی تعلیم خانقاہی روایت کے مطابق اپنے بزرگوں سے حاصل کی، عربی وفارسی کی تعلیم اپنے چچا حضرت شاہ مراد اللہ فردوسی منیریؒ سے پائی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ عالیہ کلکتہ میں داخلہ لیا اور مروجہ علوم وفنون میں درک پیدا کیا، دینی تعلیم کے بعد عصری علوم کی طرف متوجہ ہوئے، منیر ہائی اسکول سے میٹرک کرنے کے بعد بی این کالج پٹنہ سے انٹر اور بی اے کیا، علی گڑھ یونیورسیٹی سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور پٹنہ ہائی کورٹ میں وکالت کرنے لگے، اجازت وخلافت والد ماجد سے حاصل تھی، ان کے وصال کے بعد خانقاہ کے سجادہ نشیں مقرر ہوئے اور بیعت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا، آپ خانقاہ منیر کے چودہ سلاسل اور سلسلہ تاج فقیہی میں اپنے مریدوں سے بیعت لیتے تھے اور ان سلاسل کی تعلیم اور اوراد ووظائف کی تلقین کیا کرتے تھے۔

تصوف کا مطلب حضرت کے یہاں رہبانیت اور علائق دنیا سے دوری نہیں تھی، اس لئے منیر شریف خانقاہ کی وقف زمینوں کی حفاظت کے لئے آپ کی آمد ورفت عدالت میں بھی تھی اور سیاست سے بھی شغف تھا، چنانچہ جب رنجن پرساد یادو نے اپنی پارٹی سمپورن وکاس دل بنایا تو آپ اس کے نائب صدر منتخب ہوئے، بہار کی قد آور سیاسی شخصیت جے پرکاش نارائن اور مہامایا بابو وغیرہ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

سیاست کے ساتھ صحافت سے بھی آپ کی اچھی خاصی دلچسپی تھی، زمانہ دراز تک ماہنامہ اشارہ پٹنہ کے ایڈیٹر رہے، بعد میں اپنا ہفتہ وار اخبار ہم دم نکالنا شروع کیا، جس نے ملک وملت کے مختلف سلگتے ہوئے مسائل میں عمدہ رہنمائی کی، آپ شاعری بھی کیا کرتے تھے، کبھی کبھی جب طبیعت موزوں ہوتی تو کچھ اشعار کہہ لیا کرتے تھے، جو سب کے سب محفوظ نہیں رہے، کچھ اشعار موجودہ سجادہ نشیں اور ان کے صاحب زادے طارق عنایت اللہ فردوسی نے تذکرہ مخدومان منیر میں جمع کر دیا ہے، ان کے احوال بھی بڑی حد تک اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

آپ کی شادی حافظ سید شاہ منظور احمد کی صاحب زادی سے ہوئی تھی، جو الحمد للہ ابھی بقید حیات ہیں، حضرت سید شاہ نور الدین فردوسی سے میری ملاقات قدیم تھی، الحاج محمد سلیم مرحوم ہوٹل ڈیزی، دریا پور، سبزی باغ پٹنہ ان کے معتقدوں میں تھے، ان کا آنا جانا وہاں لگا رہتا تھا، ان کے ساتھ میری پہلی بار خانقاہ میں حاضری ہوئی تھی، حضرت نے خود ہی تمام مقامات دکھائے اور ان کی تاریخی حیثیت بتائی تھی، پھر اس کے بعد کئی بار میرا خانقاہ جانا ہوا، جب میری کتاب ''تذکرہ مسلم مشاہیر ویشالی'' چھپ کر آئی اور ان کی خدمت میں پیش کیا تو بہت خوش ہوئے، فرمایا کہ آپ مولویوں کی تواضع بھی عجیب ہوتی ہے، ویشالی کی اس تاریخ کو تذکرہ کا نام دے کر اس کے علمی مقام کو آپ نے کم کر دیا ہے، کتاب کا نام تاج فقیہی سلسلہ کے ایک شخص کے نام تھا، اس کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کیا اور دیر تک حضرت تاج فقیہؒ کے احوال وآثار پر گفتگو کرتے رہے، یہ میں اس دور کی بات کر رہا ہوں جب ساری عمارتیں خانقاہ کی فقیرانہ انداز کی اور مٹی کی تھیں، اب بھی خلوت اور سجادہ نشیں کی نشست اپنی قدیم حالت پر ہے، بقیہ عمارتوں میں بڑی تبدیلی آئی ہے، اب ان عمارتوں کو دیکھ کر فقیر کی کٹیا نہیں، شاہانہ قصر کا احساس ہوتا ہے، جن خانقاہوں میں پیری مریدی کے ساتھ تعلیم، تدریس اور تحقیق کا کام ہوتا ہے، خانقاہ منیر شریف ان میں سے ایک ہے، سید شاہ نور الدین احمد فردوسی اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے، اس خانوادہ کے چشم وچراغ اور علمی دنیا کے آفتاب وماہتاب حضرت مولانا تقی الدین ندوی فردوسی دامت برکاتہم مجھ سے غیر معمولی محبت کرتے ہیں، انہوں نے میری کتاب ''نئے مسائل کے شرعی احکام'' جس کا عربی ترجمہ ''المسائل المستجدۃ فی ضوء الاحکام الشرعیۃ'' کے نام سے مطبوعہ ہے، اس پیرانہ سالی میں نظر نہائی ڈال کر احقر پر احسان کیا، عربی میں اس پر قیمتی مقدمہ لکھا، آج بھی ان کے الطاف وعنایات کا سلسلہ جاری ہے، ان کے ایک دوسرے بھائی علی احمد فردوسی ہیں، جنہوں نے ہمدرد یونیورسٹی دہلی سے سبکدوش ہو کر پٹنہ میں ہی بود وباش اختیار کر لیا ہے، وفاق المدارس سے چند ملحق مدارس کی اسناد کو منظور کرانے میں وہ بڑے معاون ثابت ہوئے۔

سید شاہ نور الدین احمد فردوسی رح کے والد سید شاہ عنایت اللہ فردوسیؒ نے امیر شریعت سابع حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کا نکاح پڑھایا تھا، اس طرح دیکھیں تو کئی پشتوں سے اس خانوادہ کا تعلق امارت شرعیہ اور اکابر امارت شرعیہ سے انتہائی مضبوط اور مستحکم رہا ہے، اس تعلق کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کے جنازہ میں بڑی بھیڑ تھی احقر بھی گردارہ کے طور پر شریک جنازہ ہوا تھا، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ حضرت شاہ صاحب کے درجات بلند کرے اور خانقاہ کے فیض کو ہمیشہ جاری رکھے، ہمارے مخلص بزرگ حضرت مولانا تقی الدین ندوی فردوسی کو صحت وعافیت کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے۔ آمین

کتابوں کی دنیا

: ایڈیٹر کے قلم سے.........(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

عالمی تہذیب کو اسلام کا عطیہ

''عالمی تہذیب کو اسلام کا عطیہ'' بڑا اہم موضوع ہے، اس کے مصنف پروفیسر محمد انوار الحق تبسم ہیں، پورنیہ نے جو قیمتی لعل وگہر علم وادب کی دنیا کو دیا ہے وہ ان میں سے ایک ہیں، وہ تاریخ کے آدمی ہیں، انہیں نامور مؤرخ عہد وسطیٰ میں اسلامی تاریخ وثقافت پر گہری نظر رکھنے والے پروفیسر قیام الدین احمد کی شاگردی کا شرف حاصل رہا ہے، انہوں نے عظیم مؤرخ پروفیسر سید حسن عسکری سے بھی استفادہ کیا ہے، اسلامی تاریخ وثقافت سے دلچسپی رکھنے والے چند اور اہل علم کی سرپرستی اور مشورے ان کو ملتے رہے ہیں، ان سب کے ساتھ خود پرفیسر محمد انوار الحق صاحب اپنا تاریخی ذوق رکھتے ہیں، ان کے اس ذوق نے رہنمائی کی اور ''عالمی تہذیب کو اسلام کے عطیہ'' نامی کتاب تیار ہوگئی، اس کتاب کو دیکھ کر برجستہ ترانۂ دار العلوم دیو بند کا ایک شعر یاد آگیا، جو مولانا ریاست علی بجنوری کی فکر جمیل کا نتیجہ ہے، انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے حوالہ سے ملکی اور بیرونی دونوں عطایا کا ذکر اشاروں میں کیا ہے۔

سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہل جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

پروفیسر محمد انوار الحق تبسم نے فکر وتحقیق کی دنیا بسائی اور اس موضوع سے جنون کی حد تک تعلق قائم کر کے ''عالمی تہذیب کو اسلام کے عطایا'' کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے، یہ ٹو ان ون (Tow in one) کتاب ہے، ایک حصہ کتاب کے اصل موضوع پر مشتمل ہے جو اکاسی (۸۱) صفحات تک پھیلا ہوا ہے، صفحہ براسی (۸۲) سے ان کتابوں اور شخصیات کے تعارف کا سلسلہ تعلیقات کے عنوان سے درج ہے، یہ تعلیقات انتہائی مفید ہیں، جو اصل کتاب سے زیادہ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، یہ سلسلہ صفحہ ایک سو تہتر (۱۷۳) پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ یہ دراصل اشاریہ اور انڈکس کی بدلی ہوئی شکل ہے، جس کے مندرجات کو تفصیلی اور تحقیقی بنا کر تبسم صاحب نے انڈکس کی بہ نسبت زیادہ مفید اور کارآمد بنا دیا ہے۔

تاثرات کا سلسلہ بھی روایت سے ہٹ کر پسِ لفظ کے عنوان سے کتاب کے آخر میں ہے، اور ان میں بڑے اساطین علم وادب کے رشحات شامل ہیں، پروفیسر اختر الواسع، پروفیسر خالد محمود، جناب شفیع مشہدی، پروفیسر علیم اللہ حالی، پروفیسر محمد غفار صدیقی، پروفیسر فاروق احمد صدیقی جب کسی کتاب کو ''انتہائی اہمیت کا حامل، فنون لطیفہ، سائنس اور مذہبی علوم پر گراں قدر خدمات کا مجموعہ'' قرار دیتے ہوں، موضوعات کے کثیر الجہات تنوع کے ساتھ مصنف کے ذوق کی بالیدگی، تلاش وتحقیق کی حوصلہ مندی، فہم وفراست کی دقیقہ سنجی، تجزیہ کی دلآویزی اور طرز تحریر کی جامعیت'' کی وجہ سے کتاب کے ''امتیازی شان کے معترف ہوں کہ جس کتاب کے بارے میں ''سائنس، حدیث، تفسیر اور مختلف مسلک کے ساتھ خطاطی، مصوری، ثقافتی، موسیقی اور فن تعمیرات جیسے موضوعات کو کتاب میں شامل کر کے موضوع میں وسعت'' پیدا کرنے کی بات کہی گئی ہو، ''جس کتاب میں قابل اعتماد فرامین اور ناقابل تنقید ماخذ پیش کر کے اپنی تحریر کو اسناد کی منزل تک پہونچا دیا گیا ہو''، اور جس کتاب میں مصنف نے اپنی بالغ نظری سے سمندر کو کوزہ میں بند کرنے کا ہنر دکھایا ہو، جس کتاب میں بقول خالد محمود شاید ''ایک بھی جملہ علم وآگہی سے خالی نہیں ہو''، اُس کتاب کے مندرجات کو بغیر تحقیق وتفتیش کے قبول کر ہی لینا چاہئے، ورنہ تحقیقی تبصرہ لکھنے بیٹھیے گا تو آپ کے پاس بھی پروفیسر انوار الحق تبسم کی طرح تاریخ وتہذیب اور ثقافت اسلامی کا گہرا علم ہونا چاہیے، گہرا نہ بھی ہو تو ان کے مطالعہ کی وسعت تو لیے ہوئے ہو۔

پہلی بار اس کتاب کے مندرجات کو دیکھ کو معلوم ہوا کہ نبوت محمد، اساس دین، حدیث، تفسیر، فقہ، مسالک ائمۂ اربعہ اور تجدید احیاء دین بھی تہذیب وثقافت کا ہی حصہ ہیں، ایسا دراصل مصنف کے نزدیک تہذیب کا واضح تصور نہ ہونے یا مذہب، مسلک اور تہذیب کو ایک دوسرے کا مترادف یا قریب المعنی سمجھ لینے کی وجہ سے ہوا ہے، مسلک کا تو تہذیب سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، البتہ مذہب اور تہذیب کا حروف اصلی ایک ہی ہے، شاید اسی وجہ سے مصنف کو غلط فہمی ہوئی، خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ مذہب تہذیب نہیں ہے، لیکن ہر مذہب کی اپنی تہذیب ہوتی ہے، جو حرکات وسکنات، اٹھنے بیٹھنے، بود وباش اور خود مذہب کی تعلیمات کی روشنی میں وجود پذیر ہوتی ہے، اسلام کے حوالہ سے جب ہم بات کرتے ہیں تو اس کی شناخت اسلامی تہذیب کے عنوان سے کراتے ہیں اور اسے ''عالمی تہذیب کو اسلام کا عطیہ'' کہا جا سکتا ہے، لیکن اس کتاب کا نام ''اسلام کا عطیہ'' کے بجائے ''مسلمانوں کا عطیہ'' زیادہ مناسب ہے، کیوں کہ مصوری، موسیقی وغیرہ کے بارے میں جو کچھ اس کتاب میں لکھا گیا ہے اس کا اسلام سے تعلق نہیں ہے، البتہ مسلمانوں کے حوالہ سے بات کی جا سکتی ہے، میں اس اہم کتاب کی تصنیف پر پروفیسر محمد انوار الحق تبسم کو مبارکباد دیتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ اردو، فارسی اور انگریزی میں شائع ان کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی مقبولیت کے بلند مقام تک رسائی حاصل کرے۔

کتاب کی کمپوزنگ تسنیم کوثر نے کی ہے، ترتیب وتزئین میں نازیہ عمران، مہرین عرفان کی فنی مہارت کام آئی ہے، طباعت روشان پرنٹرس دہلی کی ہے، تقسیم کا کام ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس کے ذمہ ہے، دہلی، علی گڈھ، الٰہ آباد، اعظم گڈھ، گنیش پور، ممبئی، پٹنہ، اررِیہ، کولکاتہ، حیدر آباد، پورنیہ کے سولہ پتوں سے یہ کتاب حاصل کی جا سکتی ہے، آپ پٹنہ میں ہیں تو بک امپوریم سبزی باغ سے حاصل کر لیجئے ورنہ کتاب پر مصنف کے کئی موبائل نمبر درج ہیں، کسی پر رابطہ کر لیجئے، ایک سو چھہتر صفحات کی قیمت دو سو پچھہتر روپے زائد معلوم ہو تو تخفیف کی درخواست لگا دیجئے، بلا واسطہ لینے میں بک سیلروں کو دی جانے والی رعایت کے آپ بھی مستحق ہو سکتے ہیں۔

استقبالیہ وتمہیدی کلمات

حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ واستاذ دارالعلوم وقف دیو بند

بموقع
مدارس اسلامیہ کنونشن
مورخہ ۶ رنومبر ۲۰۲۲

بمقام: کانفرنس ہال المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

ہواؤں کا رخ بتا رہا ہے ضرور طوفان آ رہا ہے ☆☆ نگاہ رکھنا سفینہ والو اٹھی ہیں موجیں کدھر سے پہلے

حضرت صدر محترم ' حضرات اکابر علما کرام، دانشوران قوم وذمہ داران مدارس اسلامیہ!

ماضی کی روایتوں کا امین اور بوریہ نشین علما کی سرزمین پر آپ تمام مہمانوں کا استقبال ہے۔امارت شرعیہ کے زیر اہتمام منعقد 'مدارس اسلامیہ کنونشن' میں شریک جملہ مندوبین کا ہم تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں اور امارت شرعیہ کے ذمہ داران وکارکنان آپ حضرات کے لئے فرش راہ بنے ہوئے ہیں۔ہمیں خوشی ہے کہ قوم وملت کے درد رکھنے والے آج ایک سلگتے موضوع پر منتھن کیلئے جمع ہوئے ہیں،ہمیں امید ہے کہ امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ العالی کی صدارت اور ممتاز علما، باحمیت دانشوران اور ارباب فکر وعلم کی شرکت اس کنونشن کو تاریخ ساز بنائے گی اور آنے والے دنوں میں اس کے اثرات نظر آئیں گے۔

آج ہم جس ادارے کے تاریخی ہال میں بیٹھے ہیں،اس نے ہمیشہ تپتے صحرا میں چھاؤں کا احساس دلایا ہے،اس نے ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین کا سبق یاد دلا کر نئی حکمت عملی طے کی اور ملت کے کارواں کو آگے بڑھایا ہے۔مجھے امید ہے کہ ایک بار پھر ہم یہاں سے ایک نئی توانائی اور نئے عزائم لے کر اٹھیں گے اور دنیا کو بتائیں گے مدارس کی پیدا کی ہوئی صلاحتیں ہمیشہ ملک وملت کے کام آئی ہیں،اسی کی مٹی سے نکلنے والا ننھا پودا؛شجر سایہ دار اور برگ وبار ثابت ہوا ہے،اس نے اپنی چھاؤں سے راحت دی ہے اور اپنے پھل سے سماج کی صحت کو تازگی بخشی ہے۔

مہمانان گرامی مرتبت!

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ اپنے بانیان اور اسلاف کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہے۔گزشتہ سو برسوں میں ناقابل بیان خدمات انجام دی ہیں۔ملک وملت پر جب بھی برے حالات آئے اس ادارے نے آگے بڑھ کر مورچہ سنبھالا اور بغیر ٹکراؤ کے حل نکال کر صحیح راستہ دکھایا۔امت مسلمہ؛خیرِ امت ہونے کے باوجود ہمیشہ فتنوں کی زد میں رہی،ہندوستان کی سرزمین پر فتنوں کی سرکوبی کے لیے من جانب اللہ جن اداروں کا قیام عمل میں آیا،ان میں نمایاں نام امارت شرعیہ کا ہے۔امارت شرعیہ کا بظاہر دائرہ کار صرف چار صوبوں پر محیط ہے،لیکن اپنے فکر وعمل، بیپایاں خدمات اور روشن نظریات وافکار کی بنیاد پر یہ ملت اسلامیہ کا دھڑکتا ہوا دل ہے۔اس کے قیام کا مقصد وحدتِ امت،اقامتِ دین اور تحفظ شریعت ہے،اس مقصد کے لیے بانی امارت شرعیہ حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ نے بڑے اخلاص کے ساتھ اس شجر طوبیٰ کو لگایا، امراءِ شریعت،مخلص قائدین اور ذمہ داران نے اس کی آبیاری کی۔الحمد للہ آج بھی امارت شرعیہ مختلف جہتوں سے ہندوستانی مسلمانوں کو فیض یاب کر رہا ہے۔

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا،اختصار کے ساتھ یہ بتانا چاہوں گا کہ جب جب بھی شریعت،ملت،علماء اور مدارس کے گرد شبہات کا گھیرا تنگ کیا گیا امارت شرعیہ اور اس کیلائق فخر اکابرین نے پوری جرا?ت،استقلال اور تدبیر کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ضرورت پڑی تو سربکف میدان میں بھی آئے۔مدارس اسلامیہ کو ہدف تنقید بنانے کا مسئلہ کوئی نیا نہیں ہے،محمد عربی ﷺ کے زمانے میں بھی یہ نشانے پر تھا اور آج بھی دشمنوں کی آنکھوں میں کھٹک رہا ہے۔

مدرسے قومی وملی ضرورت

حضرات! دینی مدارس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ اسلام کی۔یہ مدارس عہد نبوی سے لے کر آج تک اپنے مخصوص انداز میں انسانیت کی رہنمائی کرتے چلے آ رہے ہیں۔حضور ﷺ کے دور میں پہلا دینی مدرسہ وہ مخصوص چبوترہ ہے جس کو صُفّہ کہا جاتا ہے۔اس میں حضورؐ سے تعلیم،حکمت اور تزکیہ نفس حاصل کرنے والے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ سمیت 70 کے قریب صحابہ کرامؓ اصحابِ صُفّہ' ہیں اور یہ پہلے مدرسہ کیا ولین طالب علم کہلاتے ہیں۔

ہندوستان سمیت پوری دنیا میں جو دینی تعلیمی ادارے ہیں؛ان کی کڑی صفہ سے جڑی ہے۔ان مدارس اور ان سے وابستہ علماء کی وجہ سے آج نسل نو کا ایمان محفوظ ہے۔دینی مدارس کے طلبہ وحدت کی نشانی اور اتحاد و یکجہتی کا عملی ثبوت ہیں۔یہ مختلف قومیتوں،صوبوں اور علاقوں سے تعلق رکھنے کے باوجود مدرسہ کی ایک ہی چھت کے نیچے نورانی اور پاکیزہ ماحول میں اکٹھے رہتے ہیں اور ایک ہی برتن میں کھاتے اور ایک ہی درسگاہ میں پڑھتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ان ہی دینی مدرسوں کے بارے میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے فرمایا تھا:

''ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو،غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو،اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیرو?ں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا"۔

یہ مدارس نہ صرف ملت اسلامیہ کی ضرورت ہیں، بلکہ اس ملک اور یہاں کے بسنے والے ہر فرد اس کے محتاج ہیں۔آپ اس وقت کو یاد کریں جب برصغیر میں بادشاہوں، راجاو?ں اور نوابوں کی حکومت ختم ہوئی اور برطانیہ نے اپنا اقتدار جمانا شروع کر دیا، یہ وقت سبھی ہندوستانیوں کے لئے مشکل بھرا تھا۔اس مصیبت سے نکالنے میں جن لوگوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا،افسوس کہ آج ان ہی سے وفاداری کا سرٹیفکیٹ مانگا جا رہا ہے اور ان کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کئے جا رہے ہیں،اور جن لوگوں کو آزادی کی لڑائی میں ایک کانٹا بھی نہیں چبھا، اُن کو ملک کا ہیرو قرار دیا جا رہا ہے۔

مدرسوں کا وجود ملک کے لیے عظیم نعمت ہے۔اس کا 150 سالہ کردار گواہ ہے کہ یہاں سے یہاں ہمیشہ ملک کی تعمیر کا کام ہوا یہ مدارس آرٹیکل 30 میں ملے حقوق کے تحت چل رہے ہیں۔ان میں سرکار دخل انداز نہیں ہوسکتی۔ملک میں تمام اقلیتوں کو اپنے ادارے قائم کرنے اور چلانے کا آئینی حق حاصل ہے۔یہ مدرسے ملک کی شرح خواندگی میں اضافہ کر رہے ہیں۔

ملک میں مدارس جیسی روشن تاریخ اور کسی کی نہیں ہے۔اس کاخ فقیری میں راجہ رام موہن رائے،ڈاکٹر راجندر پرساد، منشی پریم چند، ڈاکٹر شنکر دیال شرما، مولانا ابوالکلام آزاد، فخر الدین علی احمد اور ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام جیسی نامور شخصیات کی بنیادی تعلیم ہوئی۔

مدارس پر حملہ

سامعین کرام! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ پورے ہندوستان میں اقلیتوں، خصوصاً مسلمانوں کے دل ودماغ پر ایک منظّم نفسیاتی حملے کا سلسلہ چل رہا ہے۔انہیں دہشت زدہ کرنے،ان کے تعلیمی اداروں کو نشانہ بنانے،ان کی اہم شخصیات کو ذلیل وخوار کر کے خاموش کرانے،انہیں غیر محفوظ بنا کر تعمیر وترقی کی دوڑ سے راہ فرار اختیار کرنے کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔مدارس اسلامیہ ہندوستان میں مسلمانوں کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔اس ریڑھ کی ہڈی کو توڑنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا میں جب کسی قوم کو ختم کرنا ہوتا ہے،تو پہلے اس کے تعلیمی اداروں،اس کی اہم شخصیات،اور اس کی سماجی وتہذیبی قیادت کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔انگریز نے ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا،مگر اس کے جواب میں سرسید احمد خانؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے تعلیمی تحریک شروع کر کے اسکول،کالج اور مدارس قائم کر کے انگریزوں کی سازش کو ناکام بنایا تھا۔

احساس عنایت کر آثار مصیبت کا ☆☆☆ امروز کی شورش میں اندیشہ فردا دے

گزشتہ 9 برسوں سے نہ صرف مرکز میں آر ایس ایس کے نظریات کی نمائندگی کرنے والی بی جے پی کی حکومت ہے، بلکہ آسام اور اتر پردیش سمیت کئی دیگر صوبوں میں بھی یہی جماعت برسر اقتدار ہے۔مرکز کی طرح ہر ریاستی حکومت آئین کی دہائی دیتی نہیں تھکتی،لیکن یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ملک میں زعفرانی سیاست اپنی آئیڈیالوجی کو نافذ کرنے میں لگی ہے۔

قانونی راہ سے یلغار

دینی بھائیو! وطن عزیز میں اس وقت مدارس کے تعلق سیار باب حکومت کے قانونی راہ سے جو یلغار شروع ہوا ہے،اس پر ہر درد دل رکھنے والا ہندوستانی فکر مند ہے۔اس پسِ منظر کے حوالے سیمخالفت اور حمایت میں بہت کچھ کہا اور سنا جا رہا ہے،لیکن ایک منظّم منصوبہ بندی کے ساتھ مدارس کو گھیرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ایسا ماحول بنایا جا رہا ہے کہ دینی مدارس ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کا مصداق بن جائیں۔

دینی مدارس جس طرح کچھ لئے بغیر ملک اور قوم کو بہت کچھ دے رہے ہیں۔تعلیم،صنعت اور روزگار کے شعبے میں حکومت کے معاون بن رہے ہیں۔ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وطن عزیز اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے معاون بننے کی بنا پر اہلِ مدارس کو خراج تحسین پیش کیا جاتا' لیکن الٹا مدارس کے لوگوں کو ہراساں کیا جا رہا ہے۔دھونس' دباو? اور خوف پر مبنی پالیسیاں تشکیل دی جا رہی ہیں' حالانکہ بارہا اس کا تجربہ کیا جا چکا ہے کہ طاقت اور دباو? پر مبنی پالیسیوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

دینی مدارس کے سروے کو ہم نیا تر پردیش میں قبول کر لیا ہے اور تعاون بھی کر رہے ہیں،لیکن سچائی یہ ہے کہ اس کا مقصد واضح طور پر مسلمانوں کو رسوا کرنا، برادران وطن کی نظر میں مشکوک بنانا ہے۔حکومت اگر تعلیمی اداروں کے نصاب ونظام میں شفافیت کے مقصد سے کر رہی ہے تو صرف مسلمانوں کیمدارس کیوں؟ اکثریتی فرقہ کے گروکل اور ششو مندر، سکھوں کیتعلیمی مراکز،عیسائیوں اور بدھسٹوں کے پرائیویٹ ادارے کیوں نہیں؟؟۔غور کرنیکی بات یہ ہے کہ سب سے زیادہ سرکاری اداروں کا سروے کرنے اور جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ حکومت کے قواعد وضوابط کے مطابق اسکولوں کے لئے جو انفراسٹرکچر ہونا چاہئے وہ مہیا ہے یا نہیں؟ اور اس سلسلہ میں حکومت کا بھی احتساب ہونا چاہئے۔

اس موقع پر امیر شریعت سابع حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت افروز تحریر کا ایک پیراگراف پیش کرنا مناسب ہوگا۔انہوں نے مونگیر میں ناموس مدارس کنونشن کے موقع پر کہا تھا کہ:

''یہ کوئی ہمارے صوبے اور ملک کا مسئلہ نہیں ہے، عالمی سطح پر بہت غور وفکر کے بعد اسلام کے دشمنوں نے یہ منصوبہ بند سازش رچی ہے، تجربہ نے ان پر واضح کیا ہے کہ مسلمانوں میں ایمانی جذبہ بیدار رکھنے اور دینی شعور بلند کرنے میں مدارس اسلامیہ کا اہم کردار ہے،اور یہی وہ سرچشمہ ہے،جس سے دینی غذا فراہم کی جاتی ہے،اس لیے جڑ پر ہی حملہ کیا جائے، تنے خود بخود ختم ہو جائیں گے اور پھر درخت پر پھل پھول آنے بھی بند ہو جائیں گے،ہمیں اس دوررس سازش کو سمجھنا ہوگا (بقیہ صفحہ:۱۴ر پر)

ملک وملت کی تعمیر میں مدارس اسلامیہ کا کردار

مولانا محمد شبلی القاسمی

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين !

حضرات ! آج ہم سب حضرت امیر شریعت مفکر ملت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کی دعوت پر اس عظیم الشان اور تاریخ ساز ''مدارس اسلامیہ کنونشن '' میں جمع ہیں اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو ظاہری اور معنوی ہر دو اعتبار سے پوری طرح قبول فرمائے اور کامیاب بنائے ۔ (آمین)

مدارس اسلامیہ کی اہمیت وافادیت اور ملک وملت کی اس کے ذریعہ تعمیر وترقی کے موضوع پر جب ہم بات کرتے ہیں تو ان کی خدمات کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ☆ غلام ہند ☆ آزاد ہند، ان دونوں ادوار میں مدارس اسلامیہ کی خدمات اور قربانیاں لائق صد افتخار ہیں، جن کی نظیر دوسرے ادارے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

آزادی سے پہلے غلام ملک میں چٹائیوں پر بیٹھ کر درس دینے والے علماء کی قربانیاں اور آزادی وطن کے لئے ان کی سر فروشانہ خدمات تاریخ ہند کا انقلاب آفریں اور زریں باب ہے ۔اور ان کی تاریخ عزیمت اور قربانی کی داستان طویل ہے، جس کی بنیاد پر بانگ دہل یہ کہا جاتا رہا ہے اور کہا جاتا رہے گا کہ اگر مدارس اسلامیہ نہ ہوتے ،ان کے فارغین کی قربانیاں اور ان گنت شہادتیں نہ ہوتیں تو یہ ملک شاید اب بھی غلامی کی زنجیروں میں کراہ رہا ہوتا اور آزادی کی صبح اسے نصیب نہ ہوتی ،ملک کی آزادی کے لیے مدارس کے علماء نے کون کون سی صعوبتیں نہیں جھیلیں اور کن کن چیلنجوں کا مقابلہ نہیں کیا ،وہ تختہ دار پر لٹکائے گئے درختوں کی ٹہنیوں پر ان کی نعشیں مہینوں تک لٹکتی رہیں ۔ان کے مکانات مسمار کر دیے گئے انہیں ملک بدر کر دیا گیا ، ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کھولتے پانی کے دیگوں میں ڈالا گیا ،توپوں کے دہانے پر باندھ کر ان کے پرخچے اڑائے گئے ،سور کی کھال میں انہیں زندہ سل کر موت کے حوالے کیا گیا ،لیکن اس جماعت نے ملک کی محبت میں مست ہوکر ان ساری اذیتوں اور قربانیوں کو اپنی آزادی کی خاطر مسکرا کر قبول کیا۔حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ،شاہ احمد شہید، حافظ احمد سعید، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ،مولانا محمد قاسم نانوتوی ،مولانا رشید احمد گنگوہی ،حافظ ضامن شہید ریشمی رومال تحریک کے بانی اسیر مالٹا مولانا محمود الحسن دیوبندی مولانا عبیداللہ سندھی ،مولانا حسین احمد مدنی ،مولانا کفایت اللہ، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، شاہ عطاء اللہ بخاری ،مولانا ابوالکلام آزاد ،مولانا ثناء اللہ امرتسری ،مولانا احمد علی لاہوری ،مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ،مولانا احمد سعید دہلوی ، مولانا مظہر الحق ،مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی گوہر ،مولانا حسرت موہانی ،مولانا جعفر تھانیسری ،حکیم اجمل خان ،مولانا منت اللہ رحمانی ،مولانا محمد احمد اللہ مدراسی ،مولانا رحمت اللہ کیرانوی ،مولانا احمد اللہ عظیم آبادی ،مولانا عبدالرحیم صادق پوری ،مولانا یحییٰ ،مولانا فضل حق خیر آبادی جیسے ہزاروں اور لاکھوں مجاہد آزادی کون ہیں یہ سب مدارس اسلامیہ کے تیار کردہ ملک پر مر مٹنے والی عظیم شخصیات ہیں ۔ ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ ہی حب الوطنی کے جذبے پر عمل میں آئی ، جو کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔

دل سے نکلے گی نہ مرکر بھی وطن کی الفت　　　میری مٹی سے بھی خوشبوئے وفا آئے گی

مدارس اسلامیہ کی اس ملک میں خدمات کا دوسرا دور آزادی وطن کے بعد کا ہے ۔ ملک کی آزادی کے بعد مدارس اسلامیہ اور ان کے فارغین نے ملک کے تانے بانے اور اس کے زلف برہم کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے ملک کی تعلیمی ،سماجی ،سیاسی ،اخلاقی ،اور اصلاحی تربیت اور خدمات کی اس کی اپنی ایک روشن تاریخ ہے۔

آج بھی یہاں کے فارغین ملک کی سلامتی کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دینے کو تیار ہیں ۔ہمیں چند زہریلے مفاد پرستوں کی ملامت اور طعن وتشنیع کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام میں مضبوطی اور افادیت کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلسل لگے رہنا ہے ۔اور اپنی خدمات کے ذریعہ ملک کی تعمیر وترقی اور انسانیت سازی کا فریضہ ہر حال میں انجام دینا ہے ۔آیئے ہم چند بنیادی خدمات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرتے ہیں ۔

(۱) مدارس اسلامیہ نے ایسے انسانوں کی کھیپ اور مخلصین کی ٹیم تیار کی ہے، جو دنیا طلبی اور معاوضہ کی شرطوں سے اوپر اٹھ کر محض اللہ کی رضاء کے لئے کام اور خدمت پر یقین رکھتی ہے ۔ یہ جذبۂ صادق اور اخلاص نیت اس کے ہر اقدام وعمل میں صاف جھلکتا اور محسوس ہوتا ہے ۔ مدارس سے تیار ہونے والی جماعت حرص وطمع ،لالچ ورشوت، سودخوری ،چوری اور غصب کے علاوہ تمام غیر اخلاقی رویوں کو حرام عمل تصور کرتی ہے ۔اور ملک ومعاشرہ کو ان ناجائز چیزوں سے پاک کر کے ایک خوشحال پرامن اور خیر خواہی کے نظام پر مبنی ملک کی تعمیر اور ترقی کے لیے جدوجہد کرتی ہے شراب نوشی ،ظلم وزیادتی اور حقوق تلفی جیسی تباہ کاریاں جن سے ملک کی جڑیں کھوکھلی ہوتی ہیں ان سے ملک کو بچانے میں مدارس کے فارغین اور تربیت یافتہ افراد ہر جگہ صف اول میں نظر آتے ہیں ۔

حضرات :قتل ، لوٹ ، اغوا، زنا کاری، حقوق تلفی ، ٹھگی ، خیانت ، بد دیانتی ،ہتک عزت اور جھوٹ وغیرہ جیسی مہلک بیماریاں جس ملک اور سماج میں ہوں گی وہ ملک اور سماج ہزار جتن کے باوجود کبھی ترقی یافتہ سماج اور ملک نہیں بن سکتا۔ اس کی روک تھام کے لئے رضا کارانہ طور پر خدمات مدارس کے فارغین ،جس جذبہ ،محنت اور اخلاص کے ساتھ انجام دیتے ہیں اس کی مثال کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی ۔ مدارس اسلامیہ کی یہی خوبیاں اور ان کے فارغین کی یہی شانِ امتیاز جرائم پیشہ افراد خیانت ، بدعنوانی اور بددیانتی پر یقین رکھنے والوں کو کبھی پسند نہیں آیا۔اور اپنی راہ میں انہیں رکاوٹ سمجھ کر ان پر مختلف طریقے کے بے بنیاد الزامات لگاتے رہے اور اب بھی لگا رہے ہیں ، حیرت تو یہ ہے کہ اپنی بددیانتی کی تکمیل کے لیے مدارس پر ملک دشمنی تک کا الزام لگا ڈالا ۔لیکن آج اپنے اس بدترین جھوٹ کو ثابت نہیں کر پائے اور نہ آئندہ کر پائیں گے ۔ میرے بھائیوں ! دن دن ہے اور رات رات ہے، سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ ہے محض زور وشور اور طاقت وقوت کے ذریعہ دن کو رات اور رات کو دن، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ نہیں بنایا جاسکتا ۔ مدارس اسلامیہ انسانیت سازی کے کارخانے اور حب الوطنی کی عظیم درسگاہیں ہیں ۔ جن کی لو کو کوئی شخص اپنی پھونک سے نہیں بجھا سکتا اور نہ ہی اس کے تابناک ماضی اور روشن مستقبل کو مٹا سکتا ہے ۔ان حالات میں ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ اس کی لو کو اور تیز کرنے کے لیے اپنے فکر وعمل کو مزید حرکت میں لائیں۔

حضرات : ہم دیکھتے ہیں کہ کرائم اور جرائم کی روک تھام پر ملک کے عربوں، کھربوں روپے صرف ہو رہے ہیں ،لیکن جنہیں موٹی تنخواہیں دے کر حکومت ان کاموں پر معمور کرتی ہے اس سے کہیں زیادہ مدارس سے تیار ہونے والے علماء اس پر حکومت سے معاوضہ لئے بغیر کام کرتے ہیں ۔ان کے صد باب کے طریقے اپناتے اور اصلاح معاشرہ کی تحریکیں چلاتے ہیں ۔کبھی کبھی ان چیزوں پر مامور بعض حکومتی ذمہ داروں کی جانب سے ایسی حرکتیں سامنے آتی رہتی ہیں ،جن سے جرائم پیشہ افراد کو حوصلہ ملتا ہے ۔لیکن پورے ملک میں جرائم پیشہ لوگوں کی ٹیم میں کہیں بھی مدرسے کے تیار کردہ افراد نظر نہیں آتے ۔جس کا اعتراف پوری دنیا کو ہے۔

(۲) حضرات : یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ملک کی اخلاقی ،سماجی ،تعلیمی اور معاشی صورت حال کو بہتر بنانے میں مدارس اسلامیہ کا رول لائق صد تحسین اور قابل مبارک باد رہا ہے ۔ہمیں اس نظام کو حب الوطنی کے جذبہ کے ساتھ ہر حالت میں مستحکم کرنے کے لیے تیار رہنا چاہئے ۔ اور ملک دشمن عناصر کے ذریعہ چھوڑے ہوئے شوشوں اور ریشہ دوانیوں سے ہمیں کسی طرح کم ہمتی کا شکار نہیں ہونا چاہئے ۔آپ عملی تجربات کی روشنی میں بلند ہمتی سے دنیا کو یہ بتائیں کہ ہر کام اور ہر اقدام کا ایک مقصد اور ایک ہدف ہوتا ہے مدارس اسلامیہ کے قیام کا مقصد اور ہدف ایسی تعلیم وتہذیب کا فروغ دینا ہے ،جس کا عنوان بالکل واضح اور صاف ہے۔ ''تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر ''، ''تعمیری کاموں کی ترغیب وتحریض اور تخریبی کاموں سے اجتناب'' اب اگر کوئی بد دماغ شخص اس تعلیم کو غیر مفید، غیر نافع اور ایسے اداروں کو برا بھلا کہتا ہے ۔تو اسے کسی پاگل خانہ میں ہونا چاہئے ۔

(۳): مدارس اسلامیہ نے ان طبقات اور ان پس ماندہ سماج تک علم وترقی کی روشنی پہونچانے کا نیک عمل انجام دیا ہے جہاں تک حکومت کی بھی نظر نہیں گئی ۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ملک کی اتنی بڑی آبادی کو تعلیمی دھارے سے جوڑے بغیر ملک کے ترقی یافتہ ہونے کا خواب دیکھا گیا۔ مدارس کے علماء نے غربا، یتامیٰ اور معاشی طور سے مفلوج معاشرے کو علم اور ترقی کی راہ پر لانے کی کوششیں کیں جس کی طرف ارباب اقتدار کی یا تو نظر نہیں گئی یا انہوں نے اتنی بڑی تعداد کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا۔ مدارس نے قوم سے ایک ایک روپئے وصول کر کے، ایسے لوگوں میں انسانیت کا شعور بیدا رکھا اور انہیں ملک کی تعمیر وترقی کی راہ پر لانے کی ہر ممکنہ جدوجہد کی ۔اسی کے ساتھ مدارس نے نہ صرف ان طبقات کے بچے بچیوں کی تعلیم کا نظم کیا بلکہ مدارس میں ملازمین اور اساتذہ کی بڑی تعداد کو ماہانہ وظیفہ دے کر ان کے خاندان کی معاشی کفالت کا بڑی حد تک مسئلہ حل کیا۔

(۴) حضرات : مدارس اسلامیہ کے فضلاء اور فیض یافتہ افراد نے نہ صرف یہ کہ غریب ونادار طبقے کو مدارس ومکاتب کا انسانیت نواز نظام دیا بلکہ ان کے لیے عصری علوم وفنون کے بھی بڑے بڑے ادارے بڑی تعداد میں قائم کئے اور کئی اہم تعلیمی ، فلاحی اور سماجی ادارے اور جماعتیں دیئے ، کامیاب اور روشن تاریخ رکھنے والی تنظیمیں امارت شرعیہ ، جمعیۃ علما وغیر کو وجود بخشا ۔ایسے اداروں اور جماعتوں کی ایک لمبی فہرست ہے ،جن کی ملک کی آزادی کے بعد ملک کی تعمیر اور اس کے نوک وپلک درست کرنے میں نمایاں حصہ داری ہے۔

مدارس کی چٹائیوں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے والوں نے کئی قومی اور بین الاقوامی یونیورسیٹیاں ملک کو دینے کا کارنامہ انجام دیا ہے ۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی ، جامعہ ہمدرد جیسی مشہور زمانہ اہم یونیورسیٹیوں کے علاوہ ملک کی مختلف ریاستوں میں سینکڑوں میڈیکل کالج ، پارامیڈیکل کالج ، ٹیچرس ٹریننگ کالج ،نرسنگ کالج ،انجینئرنگ کالج ،تکنیکی تعلیم اور آئی ٹی آئی کے کالجز قائم کئے ہیں اور آج بھی قوم کی توقعات ان اداروں کے قیام کے لیے علماء سے ہی ہیں الحمد للہ علی ذالک ۔ علماء کے ذریعہ قائم کردہ ادارے اس وقت تعلیمی معیار کے اعتبار سے ملک اور ریاست میں منفرد مقام رکھتے ہیں ۔ آپ اس وقت جس ادارے میں بیٹھے ہیں اس کے ذریعہ قائم کردہ امارت ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے ماتحت تعلیمی ادارے ریاست میں اول مقام رکھتے ہیں ۔ ملک میں ادویہ سازی اور دیسی طریقہ علاج کو فروغ دینے کا سہرا علماء کرام اور مدارس کے تعلیم یافتہ حضرات کے سر ہی جاتا ہے، ملک میں اعلیٰ مقابلہ ذاتی امتحانات میں طلبہ وطالبات کو کامیاب بنانے کے لیے مدارس کے فیض یافتہ لوگوں نے ملک کو کئی معتبر اور مقبول ادارے فراہم کئے ،جن میں رحمانی تھرٹی ،اجمل فاؤنڈیشن ،شاہین گروپ ،الامین وغیر کا نام نہ صرف ملک بلکہ دنیا میں عقیدت کے ساتھ لیا جاتا ہے ۔ان کامیابیوں اور حصولیابیوں کے پیچھے مدارس اسلامیہ کے پیدا کردہ اخلاص کے ساتھ جذبہ خدمت اور وہاں کی مثبت اور تعمیری تربیت کا انداز کارفرما ہے۔

(۵) ملک کی سیاست کو ہمیشہ باکردار اور تعمیری بنانے کی ذمہ داری مدارس کے فارغین نے نبھائی ہے، ملک کے حکمرانوں اور سیاسی جماعتوں کو انصاف اور ملک کا دستور سمجھایا ہے اور انہیں ملک اور ملک کا مزاج بروقت بتا کر انہیں آئینہ دیکھانے کا کام کیا ہے ۔ مدارس کی چٹائی پر بیٹھ کر تعلیم پانے والی بعض شخصیتیں ملک کی صدارت عظمیٰ جیسے عظیم منصب پر فائز ہوئیں ،خاص طور سے ڈاکٹر راجندر پرساد، ڈاکٹر ذاکر حسین اور عظیم ایٹمی سائنسداں ومیزائل مین اے پی جے عبدالکلام جیسے عظیم شخصیات نے مدرسے کی چٹائی پر بیٹھ کر علم وفن سیکھا ہے ۔ ملک کے پہلے وزیر تعلیم عظیم مجاہد آزادی حضرت مولانا ابوالکلام آزاد انہیں علماء اور مدرسوں کے فیض یافتہ تھے، جنہوں نے ملک کے پہلے وزیر ہونے کی حیثیت سے ایسے تعلیمی رہنما خطوط اور ادارے قائم فرمائے جو آج تک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے آزاد ملک بھارت کو UGC (یونی ورسیٹی گرانڈ کمیشن) اور مختلف علوم وفنون کے کالجز کا عالمی تصور دیا ۔ دنیا کی مشہور ترین یونی ورسیٹی اور وہاں کے نظام تعلیم پہ غور وخوض کر کے ایک عظیم الشان تعلیم یافتہ ملک کی تعمیر کا آغاز کیا ۔ان مدارس کے بوریہ نشینوں نے ملک اور ریاست کے ایوان بالا وزیریں میں پہونچ کر ایم ، پی ۔ ایم ، ال ، اے اور ایم ، ایل ، سی ، کی حیثیت سے بھی ملک کو ترقی کے دھارے پر باقی رکھنے اور چلانے کی اہم خدمات انجام دی ہیں اور ابھی بھی دے رہے ہیں ۔ (بقیہ صفحہ:۹/پر)

مدارس اسلامیہ کو درپیش مسائل اور ان کا حل

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مدارس اسلامیہ کو عصر حاضر میں جن مسائل وخطرات کا سامنا ہے، وہ داخلی بھی ہیں اور خارجی بھی، اس مختصر سے وقت میں پہلے میں داخلی مسائل وخطرات کا ذکر کروں گا، پھر خارجی مسائل وخطرات پر روشنی ڈالوں گا، اس لئے کہ سڑک پر کنکر، پتھر بچھا ہوا ہو تو اچھے جوتے پہن کر اس پر چلنا اور آگے بڑھتے رہنا ممکن ہے، لیکن جب یہ کنکر موزے کے اندر گھس جائیں تو پاؤں بھی لہولہان ہوتا اور چلنے کا عمل دشوار ہی نہیں کبھی کبھی تو ناممکن ہو جاتا ہے۔

داخلی طور پر ایک بڑا خطرہ اُن مدارس کو جو شخصی ہیں، اور شخص واحد کے چشم وابرو کے سہارے چلتے ہیں، ان کی بقا بھی عوام کے چندے پر منحصر ہے، لیکن ان کی زمین منقولہ، غیر منقولہ جائیداد نجی اور پرائیوٹ شخصِ واحد یا خاندان کے نام ہوتا ہے، اس شخص واحد کی موت کے بعد ضروری نہیں کہ ان کے وارثان کی کوئی دلچسپی اس کام سے ہو، اگر خاندان میں مدارس کے تعلیمی وتربیتی نظام سے دلچسپی رکھنے والا کوئی نہیں رہا تو یہ مدارس بند ہو سکتے ہیں اور ان کی آراضی اور جائیداد ترکہ میں تقسیم ہو کر ختم ہو جائے گی، اس لئے شخصی مدرسوں کی بھی ایک ایسی کمیٹی اور ایک ایسا قانونی وکاغذی دستاویز ہونا چاہئے جس کی مدد سے اس شخص کی وفات کے بعد بھی اس کام کو جاری رکھا جاسکے، کیوں کہ اس مدرسہ کی جو بھی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد ہے، وہ عوام کے صدقات وزکوٰۃ کی رقم سے ہی حاصل کی گئی ہے یا کسی نے ادارہ کے لئے وقف کیا ہے، اس لئے شخصی مدرسوں میں بھی کاغذات مدارس کے نام ہونے چاہئے اور نجی پروپرٹی کے طور پر استعمال کا رجحان ختم ہونا چاہئے۔

مدارس میں کمیٹی کے جھگڑے عام ہیں، یہ بھی مدارس کو کھوکھلا کر رہے ہیں، ملحقہ مدارس میں چوں کہ سرکار سے مراعات ملتی ہیں، اس لئے بیش تر مدارس نئی پرانی کمیٹی کے نام پر جھگڑوں کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں، یا بنا دئے گئے ہیں، یہ جھگڑے عدالت میں جاتے ہیں اور کبھی کبھی تالابندی کی نوبت بھی آجاتی ہے، اس لئے کمیٹی بناتے وقت ارکان کے انتخاب میں حق وفاداری کے ساتھ صلاحیت اور صالحیت بھی دیکھنی چاہئے، نااہل ارکان سے ادارہ کے وجود کو بھی خطرہ لاحق ہوتا ہے نیز تعلیم وتعلم اور درس وتدریس کا کام تمام ہو جاتا ہے، جو اصلاً مدارس کے قیام کا مقصد ہے، کمیٹی اور اساتذہ کے جھگڑوں کا اثر طلبہ کی نفسیات اور ذہنی ساخت پر بھی پڑتا ہے اور بسا اوقات ذمہ داران طلبہ کو بھی استعمال کر لیتے ہیں، جس کا بڑا نقصان ادارے کو بھی ہوتا اور لڑکوں کی تعلیم وتربیت پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔

مدارس کی تعلیم کا اپنا ایک موڈ ہے، اس کا اپنا ایک طریقہ کار ہے، جو عرصہ سے رائج ہے، جسے ہم فقہ کی اصطلاح میں ”تلقی بالقبول“ کہہ سکتے ہیں، دیکھا یہ جارہا ہے کہ بہت سارے احباب، مدارس کے اس موڈ اور طریقۂ کار کو ختم کرنے کے درپے ہیں، یہ دور اختصاص کا ہے، اسپلائزیشن کا ہے، اس لئے مدرسہ میں جدید تدریسی آلات، بعض زبانیں، کمپوٹر وغیرہ سکھانے کی بات تو ٹھیک ہے، لیکن اس قدر اس کے نصاب میں تبدیلی کرنا کہ مدرسہ ”مدرسہ باقی نہ رہے“ واقف کی منشا اور حضرت نانوتویؒ کے اصول ہشت گانہ کے خلاف ہوگا اور مدرسہ، مدرسہ باقی نہیں رہے گا، اس لئے نصاب میں عصری علوم کی کثرت سے شمولیت اور اس حد تک کہ مولوی آنرس، مولوی کامرس، مولوی سائنس ہو جائے، مدرسہ کے وجود کو خطرہ میں ڈالنے والی بات ہے، یہ ٹھیک ہے کہ علم ایک اکائی ہے اور اس کی تقسیم علم نافع اور غیر نافع کے طور پر حدیث میں کی گئی ہے اور قرآن کریم میں ”اقراء باسم ربک“ کہا گیا، تعلیم سے رب کا نام غائب نہ ہو جائے، اس پر زور دیا گیا، لیکن انتظامی طور پر شریعت میں تخصص کے لئے ان مدارس کا وجود آج کی بڑی ضرورت ہے، اگر ہم نے مدارس کو عصری علوم کی درسگاہ میں تبدیلی کر دیا، تو اس کا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا اور فقہ وحدیث کے اچھے اساتذہ اور تربیت یافتہ لوگ مدارس کو نہیں مل سکیں گے؛ بلکہ مسجد کے منبر ومحراب کے بھی سونے ہونے کا بڑا امکان ہے۔

ایک اور مسئلہ تربیت کا ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے کارِ نبوت میں تلاوت کے معاً بعد تزکیہ کا ذکر کیا ہے، یہ تزکیہ مدارس میں اس قدر ہونا چاہئے کہ مدرسہ خانقاہ کا منظر پیش کرنے لگے، ہمارے مدارس میں تربیت وتزکیہ کا معیار کمزور پڑا ہے اور اس کمزوری کے نتیجہ میں تزکیہ وتربیت کا جو اختصاص مدارس کو حاصل تھا، وہ ختم ہوتا جارہا ہے، یہ کمزوری اس قدر آگئی ہے کہ آٹھ نو سال جن لڑکوں کی تربیت ہم اسلامی تہذیب وثقافت کے اختیار کرنے اور فرائض کی پابندی کے لئے کرتے ہیں، وہ جب ہمارے یہاں سے نکل کر کالج اور یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ہیں تو ان کی وضع قطع چند مہینوں میں بدل جاتی ہے اور دیکھنے سے لگتا ہی نہیں کہ انہوں نے کبھی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہے، اسلامی اقدار سے بھی وہ کافی دور ہو جاتے ہیں اور ہمارے کام کے نہیں رہتے، ان کی دلچسپی کا محور ومرکز معاش ہو جاتا ہے، چاہے وہ جس قیمت پر ملے۔

حالیہ چند دنوں میں مدرسہ کی طرف طلبہ کا رجوع کم ہوا ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مدارس کے اساتذہ کی تنخواہیں یومیہ اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں سے بھی کم ہیں، توکل، قناعت کے ساتھ اساتذہ زندگی گذار لیتے ہیں، لیکن ان کے بچے ترقی کی اس چکاچوند سے بچ نہیں پاتے اور وہ اسکول کالج کا رخ کرتے ہیں، لاک ڈاؤن کے بعد بہت سارے اساتذہ نے حصول معاش کی دوسری شکلیں نکال لیں اور اب وہ ادھر ہی کام کر رہے ہیں، اس لئے مدارس کے اساتذہ وکارکنان کی تنخواہ کو پُرکشش بنانے کی ضرورت ہے، تاکہ وہ دلجمعی کے ساتھ کام کرتے رہیں، دیکھا یہ جارہا ہے کہ تعمیرات پر اچھی خاصی رقم صرف کی جارہی ہے اور اساتذہ کو مدارس میں کئی کئی ماہ تک تنخواہ نہیں ملتی، لاک ڈاؤن میں مدارس کے اساتذہ جس کس مپرسی کے دور سے گذرے وہ تاریخ کا سیاہ باب ہے، بعضوں نے خودکشی بھی کر لی، جب ہم کسی کا وقت محبوس کرتے ہیں تو اس کی کفالت بھی ہماری ذمہ داری بنتی ہے، سوال یہ بھی ہے کہ تعمیرات پر خرچ کرنے کے لئے رقم ہے اور اساتذہ وکارکنان کو تنخواہ دینے کے لئے ہمارے پاس رقم نہیں ہے۔

مدارس کے طلبہ کی جو خوراک ہے، وہ بھی طلبہ کو مدارس سے دور کر رہی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ خورد ونوش کا معقول انتظام دارالاقامہ کے طلبہ کے لئے کیا جائے، بچوں کی یہ عمر ان کی جسمانی وذہنی نشو ونما کی ہوتی ہے، اس وقت ان کا دال روٹی یا دال بھات پر گذارا کرنا اور طبی اعتبار سے متوازن غذا کا نہ ملنا، انہیں ذہنی وجسمانی طور پر کمزور کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مالدار حضرات اپنے مال کا میل زکوۃ تو مدارس کو دیتے ہیں، لیکن اپنے بچے نہیں دیتے، اگر ہم خورد ونوش اور رہائش کے نظام کو درست کر لیں تو امراء کو بھی مدارس میں بچوں کے دینے میں تردد نہیں ہوگا، ایسے میں مدارس کے ذمہ داران ماضی کی مثال دیتے ہیں اور قلت وسائل کا رونا شروع کر دیتے ہیں، حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے بڑی پیاری بات کہی ہے کہ اللہ رب العزت کسی سے نہیں پوچھے گا کہ تم نے مدرسہ میں پانچ سو بچے کیوں نہیں رکھے وہ یہ بھی نہیں پوچھے گا کہ دورۂ حدیث تک تعلیم کا نظم تمہارے یہاں کیوں نہیں تھا، البتہ اللہ رب العزت یہ ضرور پوچھے گا کہ جتنے بچوں کو رکھا انہیں کام کا کیوں نہیں بنایا۔

مدارس سے بچوں کے دور رہنے کی ایک وجہ جسمانی تعذیب ہے، کبھی یہ بات ٹھیک تھی کہ گارجین استاذ سے کہتا تھا کہ ہڈی ہماری اور گوشت آپ کا، لیکن آج کے دور میں تدریس میں ضرب شدید تو دُور ضرب خفیف کی بھی گنجائش نہیں ہے، اور یہ قابل تعزیر جرم ہے، ہمارے استاذ مولانا وحید الزماں کیرانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی طالب علم کو ایک طمانچہ لگا دیا تو کم از کم اس دن کے لئے وہ طالب علم ذہنی طور پر ناکارہ ہو جاتا ہے، اس لئے پیار ومحبت کے ساتھ پڑھانا چاہئے، اس سے طلبہ کی دلچسپی بڑھے گی اور وہ پورے نشاط کے ساتھ درس ومطالعہ کے عمل کو جاری رکھ سکیں گے۔

مدارس کے تدریسی نظام میں بھی بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے، جدید طریقہ تدریس ”جس کو لرننگ میتھڈ کہتے ہیں“ کو اپنانا چاہئے، لیسن پلان اور تدریس کی تیاری رات سے ہی کرنی چاہئے، ہمارے اکابر بغیر مطالعہ کے پڑھانے کو درست نہیں سمجھتے تھے، بغیر منصوبہ بندی کے درس غیر مفید ہوتا ہے، طلبہ ہمارے اول جلول سوالات سے پریشان ہو جاتے ہیں، کیوں کہ ہم نے درس کی پلاننگ اور منصوبہ بندی نہیں کی ہوتی ہے۔

اسی طرح ہم نے سمجھ رکھا ہے کہ پریکٹیکل صرف سائنس کی تدریس میں ہے، ہمارے یہاں پریکٹیکل کے ذریعہ درس کو آسان بنایا جاسکتا ہے، ہم وضو اور نماز کی عملی مشق تو طلبہ کو کراتے ہیں، لیکن اوقات صلوۃ کے لئے جو علامات مقرر ہیں، ہم نے کبھی اس کا مشاہدہ طلبہ کو نہیں کرایا، صبح صادق، صبح کاذب، فئی اصلی، زوال، مثل اول، مثل ثانی، شفق ابیض، شفق احمر اور بیع وشراء کے مسائل کا مشاہدہ اور عملی مشق تو ہم بغیر کسی صرفہ کے کرا سکتے ہیں، لیکن اس طرف ہماری توجہ جاتی ہی نہیں ہے، ایسا کرنے سے طلبہ کی دلچسپی بھی بڑھے گی اور ہم اوقات صلوٰۃ اور دوسرے مسائل کو آسانی سے سمجھا پائیں گے۔

مسائل اور بھی ہیں، لیکن وقت کم ہے، اس لئے اب خارجی خطرات کا رخ کرتے ہیں، خارجی خطرات میں سب سے بڑا خطرہ سرکاری دخل اندازی کا ہے، آسام میں مدارس اسکول میں بدل دیئے گئے، بنگال کا مشہور مدرسہ عالیہ اب عالیہ یونیورسٹی ہو گیا ہے، یوپی میں سات ہزار پانچ سو مدارس غیر قانونی قرار پاچکے ہیں، خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے، بہار میں یہ مصیبت کب آجائے کہنا بہت مشکل ہے، یہ مصیبت سروے کے نام پر آتی ہے اور سروے میں جو سوالات پوچھے جاتے ہیں، اس کا اصل مقصد فنڈنگ کا پتہ چلانا ہوتا ہے، حکومت نے مدارس کے سروے کے لئے جو سوالات تیار کیے ہیں، ان میں سوالوں کی تعداد بارہ (۱۲) ہے، مدرسہ کا نام، مدرسہ چلانے والے ادارہ کا نام، مدرسہ کے قیام کا سال، مدرسہ کرایہ کی عمارت میں ہے یا اس کا اپنا مکان ہے، پینے کے پانی کی سہولت، بیت الخلاء کا نظم، بجلی کی سہولت ہے یا نہیں، مدرسہ میں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد، اساتذہ کی تعداد، مدارس کا ذریعۂ آمدنی کیا ہے اور وہ مدارس کس تنظیم کے تحت چل رہے ہیں، اس لئے اس خارجی حملہ سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ حساب جدید طریقۂ محاسبی کے اعتبار سے لکھے جائیں، اور اس طرح لکھے جائیں کہ سرکاری افسران بھی اس کو سچ سمجھ لیں، ابھی جو ہمارے مدارس میں حساب کے اندراج کا طریقہ ہے، وہ جس قدر بھی صاف وشفاف ہو، سرکاری ضوابط کے مطابق نہیں ہے، اس لئے ہمیں اس پر خاص توجہ دینی چاہئے، ٹرسٹ یا سوسائٹی کے ذیل میں اسے رجسٹرڈ بھی کرالیا جائے، تاکہ اس کی قانونی حیثیت بھی مضبوط رہے، یہ سروے بہبودیٔ اطفال کے نام پر کئے جارہے ہیں، اور اس کام کے جو سرکاری پیمانے ہیں، اس پر جانچ ہوگی، ہمیں اس طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے، بہبودیٔ اطفال کے لئے خورد ونوش، غذائیت اور رہائش کے کچھ پیمانے مقرر ہیں، ان کو معلوم کر کے مدرسہ کے مطبخ اور رہائش کو اس کے مطابق کر لینا چاہئے۔

مسائل وخطرات اور بھی ہیں، سب کا ذکر مختلف حضرات کے ذریعہ آیا ہے اور آئے گا، اس لئے اس پر تفصیلی گفتگو ان حضرات پر چھوڑتا ہوں، البتہ ایک بات کہنا ضروری سمجھتا ہوں، طوفان جب آتا ہے تو کمزور پیڑ پودے اکھڑ جاتے ہیں اور خس وخاشاک کی طرح اڑ جاتے ہیں، لیکن مضبوط اور تناور درخت پر اس کے اثرات کم پڑتے ہیں، مدارس کو جو خطرات درپیش ہیں، اس کا انفرادی طور پر مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے، ہوسکتا ہے بعض بڑے اور مضبوط مدارس اپنے وسائل، پہونچ اور ذرائع کے سہارے اپنے ادارہ کی حد تک خارجی خطرات کو روک لیں، لیکن پورے ہندوستان میں پھیلے چھوٹے چھوٹے مدارس اپنے طور پر اس کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے، اس لئے امارت شرعیہ نے وفاق المدارس کے نام سے مدارس کا ایک جماعتی نظام قائم کیا، اس کے دستور کے اعتبار سے ہماری دخل اندازی انتظامی امور میں نہیں ہوتی، لیکن نصاب تعلیم، نظام امتحان اور نظام تعلیم میں یکسانیت پیدا کر کے ہم اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کرتے ہیں، وقت آنے پر امارت شرعیہ کے زیر اہتمام ان خارجی حملوں کے مقابل کے لئے کھڑے ہونے کو بھی ہم تیار ہیں، کم از کم بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مدرسوں کو اس اجتماعی نظام کا حصہ بننا چاہئے اور اسے مضبوط کرنا چاہئے۔

دارالعلوم دیوبند کا رابطۂ مدارس کا نظام بھی اسی اجتماعی نظام کی عملی شکل ہے اور اس ارتباط کے اپنے فائدے ہیں، ہم سب کو اجتماعی کاموں کے طریقہ کار، اطلاعات، روابط اور معاونت کے ساتھ مدارس کو درپیش ان تمام خطرات کا مقابلہ کرنا ہے، داخلی اصلاح کی طرف بھی توجہ دینی ہے، اللہ ہمارا ناصر وحامی ہے۔

مدارس اسلامیہ میں تعلیم وتربیت کی عمدگی اور نظام کی بہتری

قاضی محمد انظار عالم قاسمی

علم انسانیت کا جوہر اور مخلوقات عالم میں اس کے لئے وجہ امتیاز ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے سر پر خلافت ارضی کا تاج گوہر بار رکھا گیا ہے، اسی لئے اسلام نے تعلیم وتعلم کو بڑی اہمیت دی ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں ''انما بعثت معلما''، تعلیم زندگی ہے اور جہالت موت ہے، جہاں تعلیم ہے وہاں روشنی ہے اور جہاں جہالت ہے وہ اندھیری نگری ہے، تعلیم دراصل وہ بنادی اینٹ ہے جس پر ملک وقوم اور سماج کی علمی اور فکری زندگی کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے، اگر پہلی اینٹ سیدھی ہے تو اس پر جو دیوار اٹھے گی وہ بھی سیدھی ہوگی اور اگر یہ بنیاد ٹیڑھی ہے تو ''تا ثریا می رود دیوار کج'' اس لئے یہ بیک وقت زہر بھی ہے اور تریاق بھی، مگر تعلیم کے ساتھ تربیت بھی لازمی امر ہے، تعلیم کے ذریعہ دماغ کو غذا ملتی ہے اور تربیت کے ذریعہ دل کی اصلاح ہوتی ہے، تعلیم کے ذریعہ انسان صاحب علم بنتا ہے اور تربیت کے ذریعہ انسان حقیقی انسان بنتا ہے، تعلیم بغیر تربیت کے بے معنی اور بے روح ہے، یہی وجہ ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بعثت معلما'' فرمایا، اسی طرح آپؐ نے ''بعثت لأتمم مکارم الأخلاق'' بھی فرمایا، بلکہ علم کے سلسلہ میں تو آپ کو ''قل رب زدنی علماً'' حکم دیا گیا اور اخلاق کے سلسلہ میں آپ کے اعلیٰ اخلاق کی شہادت خود باری تعالیٰ نے دی اور فرمایا ''انک لعلی خلق عظیم''

قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں جہاں تلاوت آیات اور تعلیم کتاب وحکمت کو الگ الگ بیان کیا گیا، وہیں ''تزکیہ نفس'' کو ایک مستقل فرض منصبی قرار دیا گیا، ''یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم'' (البقرۃ: ۱۲۹) اس آیت کے ذیل میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اسلام نے تعلیم کے ساتھ تزکیہ کا ضمیمہ لگا کر تعلیم کے اصل مقصد کو پورا کر دکھایا، جو خوش نصیب حضرات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زیر تعلیم رہے، تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کا باطنی تزکیہ بھی ہوتا گیا اور جو جماعت صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت تیار ہوئی ایک طرف ان کی عقل ودانش اور علم وحکمت کی گہرائی کا یہ عالم تھا کہ ساری دنیا کے فلسفہ داں ان کے سامنے گرد ہوگئے، دوسری طرف ان کے تزکیہ باطنی تعلق مع اللہ اور اعتماد علی اللہ کا یہ درجہ تھا، جو خود قرآن کریم نے ان الفاظ میں فرمایا ''والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلا من اللہ ورضواناً'' (الفتح)

یہی وجہ تھی کہ وہ جس طرف چلتے تھے فتح ونصرت ان کے قدم چوم لیتی تھی، تائید ربانی ان کے ساتھ ہوتی تھی، ان کے محیر العقل کارنامے جو آج بھی ہر قوم وملت کے ذہنوں کو مرعوب کئے ہوئے ہیں، وہ اسی تعلیم وتزکیہ کے اعلیٰ نتائج ہیں، آج دنیا میں تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے نصابوں کی تبدیلی وترمیم پر تو سب لوگ غور کرتے ہیں، لیکن تعلیم کی روح کو درست کرنے کی طرف عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی کہ مدرس ومعلم کی اخلاقی حالت مصلحانہ تربیت کو دیکھا جائے اس کا نتیجہ ہے کہ ہزار کوششوں کے بعد بھی ایسے مکمل انسان پیدا نہیں ہوتے، جس کے عمدہ اخلاق دوسروں پر اثر انداز ہوں اور وہ دوسروں کی تربیت کرسکیں، یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اساتذہ جب علم وعمل اور اخلاق وکردار کے مالک ہوں گے، ان سے پڑھنے والے طلبہ زیادہ سے زیادہ انہیں جیسے پیدا ہوسکیں گے، اس لئے تعلیم کو مفید اور بہتر بنانے کے لئے معلم اور پڑھانے والوں کی علمی وعملی اور اخلاقی حالات پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ (معارف القرآن: ۱؍۳۴۲)

یہ ایک حقیقت ہے کہ عالم اسلام میں دین اسلام کی صیانت وحفاظت، ترویج واشاعت کا اہم فریضہ مکاتب قرآنیہ، مدارس دینیہ بڑے اہتمام والتزام کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

مسلمانوں کی فکری، علمی، اخلاقی نیز امور دینیہ کے سرحدوں کی حفاظت انہی مدارس کے ذریعہ ہورہی ہے، حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں اس کا ایک سرا نبوت محمدی سے ملا ہوا ہے، دوسرا اس زندگی سے، وہ نبوت محمدی کے چشمہ حیوان سے پانی لیتا ہے، وہ اپنا کام چھوڑ دے تو زندگی کے کھیت سوکھ جائیں اور انسانیت مرجھا جائے، نہ نبوت محمدی کا دریا نایاب ہونے والا ہے، نہ انسانیت کی پیاس بجھنے والی ہے، مدرسہ سے بڑھ کر دنیا میں کونسا زندہ متحرک اور مصروف ادارہ ہوسکتا ہے۔

ہمارے ان مدارس اسلامیہ کا تعلق وربط دراصل مدرسہ صفہ اور آپ کی ذات اقدس سے ہی ہے، اور مدارس کے اساتذہ ومعلمین دراصل نائبین رسول ہیں، اس لئے اس کا تقاضا ہے کہ معلمین واساتذہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اسوہ کو اپنی زندگی کے لئے آئیڈیل بنائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح تعلیم کے ساتھ ساتھ افراد سازی رجال سازی اور شخصیت سازی اور اس کی تعمیر کا اہم فریضہ انجام دیا اور اس کے نتیجہ میں صحابہ کرام کی مقدس جماعت تیار ہوئی، انہیں نقوش پر چلتے ہوئے افراد سازی اور شخصیت سازی کی ضرورت ہے، تعلیم کا مقصد طلبہ کو لکھنا پڑھنا سکھا دینا یا صرف چند علوم وفنون پڑھا دینا نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ان کی پوری شخصیت کی تعمیر ضروری ہے، لہذا پڑھانے کے ساتھ ان کی عادات واطوار پر نظر رکھنا ان کی سیرت وکردار کو نکھارنا، ان کے جذبات کو صحیح رخ دینا مثبت اور تعمیری فکر کی طرف انہیں مائل کرنا، انہیں اللہ کا صالح بندہ، سماج اور قوم بلکہ پوری انسانیت کا مخلص اور بے لوث خادم بنانا اور اس قابل بنانا کہ انفرادی واجتماعی دونوں لحاظ سے ان پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، انہیں بہتر طور پر انجام دے سکیں اس لئے کہ انسان بہت سی چیزوں کا مجموعہ ہے، جسم، روح دماغ، لہذا تعلیم میں ان سب کی رعایت نہایت ناگزیر ہے۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ نبوت محمدی نے جس طرح علوم واحکام کا ایک بے پایاں دفتر اور وسیع ترین ذخیرہ چھوڑا ''فان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن ورثوا ھذا العلم''۔ یہ ذخیرہ قرآن وحدیث اور فقہ واحکام کی صورت میں محفوظ ہے، اور مدرسہ بحمد اللہ اس کی خدمت واشاعت کا بہت بڑا مرکز ہے، اسی طرح نبوت محمدی نے کچھ اوصاف خصوصیات اور کیفیات بھی چھوڑے، جس طرح اور سرمایہ نسل درنسل منتقل ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت واشاعت کا انتظام کیا اسی طرح دوسرا سرمایہ بھی منتقل ہوتا رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا ہے، یہ اوصاف خصوصیات کیا ہیں؟ یقین واخلاق، ایمان واحتساب، تعلق مع اللہ، انابت واخبات، خشوع وخضوع، دعاء وابتہال استغناء وتوکل، اعتماد علی اللہ۔

درد ومحبت، خودشکنی وخود داری، علوم نبوت، احکام اور اوصاف وکیفیات دونوں کی جامع تھیں۔ ''ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ''۔ نبوت محمدی کے صرف علوم واحکام لینا اور کیفیات واوصاف ترک کردینا ناقص وراثت ہے، اور ناممکل نیابت، دنیا میں جن لوگوں نے نبوت کی نیابت کی اور اسلام کی امانت ہم تک پہونچائی وہ صرف ایک حصہ کے امین نہ تھے، وہ دونوں دولتوں سے مالا مال تھے، آپ اگر حقیقی نیابت کے بلند منصب سے سرفراز ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو اس جامعیت کی کوشش کرنی پڑے گی اس کے بغیر علم وفن کی صناعی کاغذی پھول ہیں جن میں نہ خوشبو نہ تازگی (پاجا سراغ زندگی)

دینی مدارس علم وتہذیب کا گہوارہ ہیں جن کا رشتہ مدرسہ صفہ سے جاملتا ہے، اساتذہ کرام نائبین رسول ہیں اور طلبہ کرام مہمانان رسول ہیں، اس لئے تعلیم وتربیت کا جو نمونہ اور اسوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے، اس کی اتباع وپیروی اور انہی نقوش پر چل کر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکیں گے۔

اس سلسلہ میں چند باتیں ذہن میں رہیں جنہیں یہاں سلسلہ وار بیان کی جارہی ہیں:

۱- اساتذہ، طلبہ، انتظامیہ، ہر ایک کے لئے خلوص وللّٰہیت، سوز دروں اور جذبہ صادق سے متصف ہونا نہایت ضروری ہے۔

۲- ہر ایک متواضع، منکسر المزاج اور اعلیٰ اخلاق اقدار کے حامل ہوں اور وہ خصائل رذیلہ، حسد، بغض وعناد، غیض وغضب کے ترک کرنے کو ضروری سمجھے، ایک دوسرے کی عزت نفس، ادب واحترام کا مکمل خیال رکھے اور آپسی مودت ومحبت کا مظاہرہ کرے۔

۴- تجربہ کار اور ماہر فن اساتذہ کا انتخاب، عمدہ تعلیم وتربیت کے لئے ضروری ہے۔

۵- اساتذہ کے لئے ضروری ہے کہ تدریس کی مشق اور ہوم ورک کو لازم وضروری سمجھے۔

۶- طلبہ میں مطالعہ کا ذوق اور تحریر وتقریر کو پروان چڑھانے کا جذبہ پیدا کرے اور اس کے لئے ممکنہ وسائل وتدابیر کو اختیار کرے۔

۷- اساتذہ وملازمین کی تنخواہیں معیاری مقرر کی جائیں، تاکہ فارغ البال ہوکر تدریسی فرائض کو بخوبی انجام دے سکیں۔

۸- تعلیم کی عمدگی کے لئے اساتذہ کے لئے اوقات واسباق کی پابندی تعلیم کی بہتری کے لئے ضروری ہے۔

۹- اساتذہ کو چاہئے کہ تدریس کے بعد طلبہ میں دیئے ہوئے درس کا مذاکرہ اور آئندہ سبق کے مطالعہ اور سبق کو غور سے سننے کا مزاج بنائیں، یہ سب چیزیں صلاحیت واستعداد کی بہتری اور مقصد میں کامیابی کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

۱۰- اساتذہ کو چاہئے کہ طلبہ کے ساتھ کسی طرح کا امتیاز نہ رکھیں، ہر ایک کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں، کمزور طلبہ کی استعداد بہتر کرنے کے لئے ان پر خصوصی توجہ دیجئے۔

۱۱- اساتذہ کرام کو چاہئے کہ درس کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کریں، ایک حصہ سبق سننے کے لئے، دوسرا حصہ سبق پڑھانے کے لئے اور تیسرا حصہ درس میں پڑھاتے ہوئے سبق کے اعادہ کے لئے، افہام وتفہیم میں زبان وبیان کو آسان وسہل رکھے۔

۱۲- انتظامیہ وقتاً فوقتاً ادارہ میں اہل تقویٰ وصاحب نسبت بزرگ کی روحانی مجلس منعقد کرانے کو لازمی سمجھیں، تاکہ ظاہری پاکیزگی کے ساتھ ساتھ قلب ودل کی پاکی وصفائی بھی ہوتی رہے، اس لئے مناسب ہے کہ کسی اہل دل کی کوئی کتاب تزکیہ وتصوف کے موضوع پر وقفہ وقفہ سے سنائی جائے۔

۱۳- اساتذہ، طلبہ سے جسمانی خدمت لینے سے پرہیز کریں، ان کی دینی، دعوتی تحریری وتقریری ہر طرح کی تربیت کریں، انفرادی تربیت بھی اور اجتماعی تربیت بھی طلبہ کے اخلاق وکردار پر خصوصی نگاہ رکھیں۔

۱۴- انتظامیہ کو چاہئے کہ آمدنی کو اس کے صحیح مصرف ہی میں استعمال کریں اور حلال وحرام کی مکمل تمیز رکھیں۔

ان اوصاف وکیفیات کو پیش نظر رکھا جائے تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مدارس اسلامیہ اور ان سے منسلک افراد اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین یارب العالمین

ہمیں مدارس کے تحفظ وبقا کے لیے کمر بستہ ہونا پڑے گا: امیر شریعت

امارت شرعیہ پھلواری شریف میں یک روزہ مدارس اسلامیہ کنونشن کے موقع پر حضرت امیر شریعت مدظلہ کا فکر انگیز خطاب

رپورٹ رضوان احمد ندوی

امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے زیر اہتمام بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال کے علمائے مدارس اور اصحاب فضل وکمال علماء وفضلاء کا یک روزہ مدارس اسلامیہ کنونشن کا انعقاد ۶؍نومبر کو المعہد العالی لتدریب القضاء والافتاء کے کانفرنس ہال میں زیر صدارت امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ العالی ہوا، اس کنونشن سے صدارتی خطاب میں حضرت امیر شریعت مدظلہ نے فرمایا کہ تاریخ گواہ ہے کہ مدارس اور علماء مجموعی طور پر ہمیشہ بے داغ رہے ہیں، ان کے کام، مشن اور تحریکات صاف وشفاف رہے ہیں۔ یہ وہ مدارس اور علماء ہیں، جنہوں نے ملک کی آزادی کے لیے جدوجہد میں قائدانہ کردار ادا کیا اور سرفروشانہ حصہ لیا اور جنہوں نے آزاد ہندوستان میں نئی نسل کی تعلیم، تعمیر، اور تہذیب کی بیش بہا خدمات انجام دی۔
حضرت نے فرمایا کہ پچھلی دوصدیوں میں انہیں مدارس کے تربیت یافتہ علما نے برصغیر ہند کو قیادت بھی دی، معاشی فکر کے دائرۂ کار کو بھی وسیع کیا، نئے سماجی تجربے بھی کئے، سیاست میں اپنی اسلامی فکر کو پوری طرح سامنے رکھتے ہوئے شراکت داری میں حکومتیں بھی قائم کی اور تعلیم کے میدان میں دنیا کی سطح پر انقلاب بھی پیدا کیا لیکن آج سیاسی مفاد کی خاطر مدارس پر الزام تراشی کا ماحول بنایا جارہا ہے۔
یہ وہ لوگ ہیں جو نفرت اور تشدد کی آبیاری کرتے ہیں۔ اور معاشرے میں زہر گھولنے کے لیے مدارس کو لگاتار نشانے پر لئے ہوئے ہیں ہمیں ان حالات میں حکمت وبصیرت اور تدبر کے ساتھ مسائل کو سمجھنا ہے اور اپنے مدارس کے نظام تعلیم کو معیاری اور بہتر بنانے پر توجہ دینی ہے، آج کا یہ اجتماع ان ہی مسائل ومعاملات پر تبادلہ خیال کے لیے طلب کیا گیا ہے الحمدللہ آپ لوگوں کے قیمتی اور مفید مشورے آئے ہم سب لوگ ان کو عملی شکل دینے کی جدوجہد میں لگ جائیں۔
حضرت امیر شریعت نے اپنے خطبۂ صدارت میں نئی قومی تعلیمی پالیسی کا تنقیدی تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ اس پوری پالیسی سے اقلیتوں کا اعتماد مجروح ہورہا ہے۔ امارت شرعیہ بہار واڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نے مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم جس ادارے کے تاریخی ہال میں بیٹھے ہیں جس میں ہمیشہ ہمارے فلاح وبہبود کی باتیں ہوئی ہیں اور اس کے لئے لائحہ عمل اپنایا ہے۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ یہاں سے ہم سب ایک نئی توانائی اور نئے عزم کے ساتھ اٹھیں گے اور دنیا کو بتائیں گے کہ مدارس کی پیدا کی ہوئی صلاحتیں ہمیشہ ملک وملت کے کام آئی ہیں۔ اس لیے مدرسوں کا وجود ملک کے لیے ایک عظیم نعمت ہے، اس کا ایک سو پچاس سالہ کردار گواہ ہے کہ یہاں سے ہمیشہ ملک کی تعمیر کا کام ہوا یہ مدارس آرٹیکل ۳۰؍ میں ملے حقوق کے تحت چل رہے ہیں۔ ان میں سرکار دخل انداز نہیں ہوسکتی۔ ملک میں تمام اقلیتوں کو اپنے ادارے قائم کرنے اور چلانے کا آئینی حق حاصل ہے۔
یہ مدرسے ملک کی شرح خواندگی میں اضافہ کررہے ہیں۔ ملک میں مدارس جیسی روشن تاریخ اور کسی کی نہیں ہے۔ اس کاخ فقیری میں راجہ رام موہن رائے، ڈاکٹر راجندر پرساد، منشی پریم چند، ڈاکٹر شنکر دیال شرما، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبیداللہ سندھی، فخرالدین علی احمد اور ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام جیسی نامور شخصیات کی بنیادی تعلیم ہوئی۔ امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے فرمایا کہ ملک وملت کی تعمیر میں مدارس اسلامیہ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے اگر یہ مدارس موجود نہ ہوتے تو یہ ملک غلامی کی زنجیروں سے آزاد نہ ہوتا انھی مدارس کے علماء وفضلاء نے ملک کی آزادی کے لیے جان ومال کی قربانیاں دیں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس وقت تک دم نہ لیا جب تک ملک آزاد نہیں ہوا ان علمائے کرام کی ایک لمبی فہرست ہے جنہوں نے مدرسوں میں تعلیم وتربیت پائی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہندوستان کی نشأۃ ثانیہ میں ان مدارس کے علمائے کرام کی بڑی قربانیاں رہی ہیں آزادی کے بعد علمائے مدارس نے تعلیمی سماجی اور معاشرتی اصلاحات میں بڑی جدوجہد کی انہوں نے جہاں ایک طرف بڑے بڑے دینی وتعلیمی ادارے قائم کئے ہیں، عصری علوم کے فروغ کے لیے عصری ادارے بھی قائم کئے امارت شرعیہ نے اس میدان میں بڑا کارنامہ انجام دیا ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، پارامیڈیکل، اور سی بی ایس سی طرز کے متعدد اسکول بنائے۔ جہاں حکومت تک کی نظر نہیں گئی وہاں مدارس کے علماء نے علم کا چراغ جلایا مگر چند مفاد پرست عناصر مدارس پر بے بنیاد الزام لگا کر مدارس کو بدنام کرنے کی سازش کررہے ہیں۔ ہمیں ان سے ہوشیار رہنا ہے اور اپنے مدارس کے معیار تعلیم کو بلند کرنے اور قانونی دائرے میں رہ کر اس کے رکھ رکھاؤ کو بہتر بنانا ہے۔ امارت شرعیہ کے قاضی شریعت حضرت مولانا محمد انظار عالم قاسمی نے فرمایا کہ مدارس اسلامیہ کے نظام تعلیم وتربیت کو ہر جہت سے پرکشش بنانے پر توجہ دیں اساتذہ وطلبہ میں اخلاص وللّٰہیت کا جذبہ ہونا چاہئے اساتذہ وطلبہ دونوں کے اندر ذوق وشوق اور تقریر وتحریر کا ملکہ ہونا چاہئے افہام وتفہیم میں زبان وبیان سادہ اور آسان ہوتا کہ بچے آسانی سے کتابوں کو سمجھ سکیں انہوں نے کہا کہ طلبہ میں اسباق کا مذاکرہ اور تزکیہ اور تصوف کے موضوع پر کسی کتاب کو زیر مطالعہ رہنا بھی مفید ثابت ہوگا۔ انہوں نے انتظامیہ سے اساتذہ کرام کی تنخواہوں کے معیار کو بہتر بنانے اور جس مد کی جو رقمیں ہیں اسی مد میں صرف کرنے پر توجہ دلائی۔ امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے مدارس اسلامیہ کو درپیش مسائل اور ان کے حل کی تدابیر پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ مدارس کے دو طرح کے مسائل ہیں۔ ایک خارجی دوسرے داخلی اور ان دونوں مسائل پر بہت ہی گہرائی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔
داخلی مسائل میں بعض ایسی پیچیدگیاں ہیں جن پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دینے کی ضرورت ہے، مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ مدارس کے دارالاقامہ میں صفائی وستھرائی کا خاص اہتمام کرنا چاہئے غسل خانہ اور بیت الخلاء کو طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے تعمیر کیا جانا چاہئے اور اس کی صفائی کے لیے افراد متعین کئے جانے چاہئے، مولانا مشہود احمد قادری، ندوی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمش الہدیٰ پٹنہ میں کہا کہ مدارس نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم ہندی حساب اور انگریزی کی بھی اتنی قابلیت پیدا کردینی چاہئے کہ یہاں سے فارغ ہونے والے بچے احساس کمتری کے شکار نہ ہوں۔ جناب عبدالوہاب صاحب انچارچ شعبہ اصلاحات اراضی امارت شرعیہ نے کہا کہ مدارس کی زمین وجائیداد کے تحفظ کے لیے ہم سب کو فکر مند رہنا چاہئے قانون کو نہ جاننے کی وجہ سے زمینیں ہمارے ہاتھ سے نکل جاتی ہیں اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جناب انجینئر منظور احمد صاحب نے مدارس کی عمارتوں کی تعمیر کے لیے نقشہ اور میپ پہلے تیار کیا جائے ہر ریاست کا الگ الگ بائلاز ہوتا ہے جس کا پاس ولحاظ کرنا ضروری ہے انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں ضروری معلومات حاصل کرلیں تاکہ حکومت کی نظر میں بلڈنگ غیر قانونی نہ ہو، جناب سیف اللہ قادری صاحب نے آمد وصرف کے گوشوارے کو آڈٹ کرانے کے طریقوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ جناب مولانا محمد احمد صاحب مدرسہ حسینہ کڈرو رانچی نے مولانا ابوالکلام قاسمی شمشی کی مرتب کردہ تحریر مدارس اسلامیہ کے مقاصد کو پڑھ کر سنایا جناب محمد محسن صاحب کویت نے کہا کہ قرآن مجید نے زندگی گذارنے کے طریقے بہت واضح انداز میں بیان کئے ہیں۔ اس سے ہمیں رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ مولانا محمد ناظم صاحب جنرل سیکریڑی جمعیۃ علماء بہار (م) نے کہا کہ جو تجاویز یہاں پاس ہوئی ہیں ان کو عملی شکل دینے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جانی چاہیے مولانا محمد اعجاز احمد صاحب سابق چئیر میں مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ نے کہا کہ موجودہ حالات میں تمام مدارس کے ذمہ داروں کو اپنا مدرسہ مستحکم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کنوینشن میں شریک دور دراز کے مقامات سے آئے ہوئے علماء ودانشور اصحاب نے چند مفید تجویزیں پیش کی جناب مولانا محمد ہاشم قاسمی پرولیا بنگال، مولانا اختر صاحب اڈیشہ، پروفیسر محمد فیض صاحب دربھنگہ مولانا ارشد صاحب سلفی چمپارن، مولانا منظور عالم نوری پورنیہ مولانا لطف اللہ قادری صاحب پٹنہ مولانا عبدالواحد قاسمی قاری صہیب صاحب ایم ایل سی جناب انوارالہدیٰ صاحب نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔
کنونشن کے اخیر میں حضرت نائب امیر شریعت مدظلہ نے وضاحت کی کہ اس کنونشن کے لیے چاروں ریاستوں کے نمائندہ علماء کو بلایا گیا ہے۔ اب آپ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس طرح کے تربیتی کیمپ لگائیں اور مدارس کو اس کنونشن کی روداد اور تجاویز سے واقف کرائیں۔ ان شاء اللہ مستقبل قریب میں امارت شرعیہ پچاس پچاس مدارس کے علمائے کرام کے لیے ورک شوپ کا نظم کرے گی۔ اور یہ بھی ارادہ ہے کہ امارت شرعیہ ایک ہیلپ لائن جاری کرے گی تاکہ اس کے ذریعہ آپ کو معلومات بہم پہونچایا جاسکے، اس تاریخ ساز کنونشن کی نظامت مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے بحسن وخوبی انجام دی اور کنونشن کے مقاصد پر بھی روشنی ڈالی کنونشن کا آغاز مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا مولانا شمیم اکرم رحمانی نے شانِ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا جناب فضل رحماں نے لوگوں سے فکر ونظر چینل سے جڑنے کی ترغیب دی اس موقع پر حضرت امیر شریعت مدظلہ کے ہاتھوں دونئی کتاب ''جنرل نالیج'' مؤلفہ حضرت نائب امیر شریعت مدظلہ اور ''مدارس اسلامیہ اور ہماری ذمہ داریاں'' مرتب حافظ محمد امتیاز راحمد رحمانی کا اجرا عمل میں آیا۔ پھر نائب ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے تجاویز پڑھ کر سنائی جسے اتفاق رائے سے منظور کیا گیا، اور حضرت امیر شریعت مدظلہ کی دعا پر کنونشن کا اختتام عمل میں آیا۔

بقیہ ملک و ملت کی تعمیر............

حضرات: آج کا یہ اجلاس آپ سے آپ کی بلند ہمتی، اولوالعزمی اور مدارس کے کردار کو مزید مستحکم اور وسیع کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، امارت شرعیہ پوری طرح آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کے پاس مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی جیسی باحوصلہ اور کردار ساز قیادت موجود ہے آپ مایوس کرنے والوں کے جال میں پھنس کر ہرگز مایوس نہ ہوں، حکومت اور اقتدار بدلتے رہتے ہیں، لیکن دن اور رات کا نظام یونہی چلتا رہتا ہے سورج اور چاند اپنی روشنی کے پھیلانے کے نظام کو کسی کی موت اور کسی کی پیدائش پر نہیں روکتے وہ تو بادلوں کے سینوں کو چیر کر دنیا کو روشنی پہونچاتے ہیں آپ کے ہاتھوں میں قرآن کریم کا وہ عظیم نسخۂ کیمیا ہے جس میں قوموں کی تقدیریں چھپی ہوئی ہیں آپ کے سامنے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی مبارک زندگی، ان کی سنتیں اور ان کے احوال کا نور موجود ہے۔ اس نور سے کامیابی کی راہیں استقامت اور جماؤ کے ساتھ طے کیجئے۔ آپ یقین رکھیے کہ مدارس اسلامیہ کی ضرورت کل کے مقابلے آج زیادہ ہے۔

سو بار سوارا ہے ہم نے ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہل جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

ہاں ہمیں خود احتسابی اور اپنے فرائض کی ادائیگی کا محاسبہ ضرور کرنا ہے، کیوں کہ یہ اسلام کی ایسی ہدایت اور تعلیم ہے، جس سے شخصیات اور اداروں میں نکھار آتا اور ان کی افادیت بڑھتی ہیں اور کوتاہی اور غفلت دور ہوتی ہے۔ ان ہی گذارشات کے ساتھ ہم اپنی بات ختم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

مدارس کے دارالاقامہ میں قیام وطعام اور صفائی کا بہترین نظام

مولانا سہیل احمد ندوی

صفائی ستھرائی اور حفظان صحت کا پاس ولحاظ رکھنا ہر متمدن معاشرہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے،اس کی اہمیت کو کسی بھی معاشرے سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تاریخی اعتبار سے کسی تہذیب یا معاشرے کی ترقی کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے صفائی کو ایک اہم عنصر سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی قانون نے جہاں انسان کو کفرو شرک کی گندگی سے پاک کر کے عزت ورفعت عطا کی وہیں ظاہر وباطن کی پاکیزگی کی اعلیٰ تعلیمات کے ذریعہ انسانیت کے وقار کو بلند کیا۔ بدن کی پاکیزگی ہو یا لباس کی صفائی، ظاہری شکل وصورت کی خوبی ہو یا طورو طریقے کی اچھائی، مکان اور سازوسامان کی صفائی ہو یا سواری کی دھلائی غرضیکہ ہر چیز کو صاف ستھرا رکھنے کی دین اسلام میں تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صاف ستھرا رہنے والے افراد سے اپنی محبت کا اظہار کیا چنانچہ ارشاد فرمایا: ''ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین'' بیشک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اسلام نے صفائی ستھرائی کو یہیں تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اسے ایمان وعقیدے کے بندھن سے جوڑ دیا ہے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**الایمان بضع و سبعون فأفضلھا قول لا الہ الااللہ، وأدناھا اماطۃ الأذی عن الطریق (صحیح مسلم)** ۔ایمان کے ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ان میں سب سے اعلیٰ ''لا الہ الا اللہ'' کا کہنا ہے۔ اور کم تر درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے ''**الطھور شطرُ الایمان**'' (صحیح مسلم) طہارت آدھا ایمان ہے۔صاف ستھرا رہنے سے نہ صرف رب کی محبت وخوشنودی حاصل ہوتی ہے بلکہ متعدد امراض جسمانی سے بھی انسان محفوظ رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔''**السِواکُ مُطَھّرۃ للفم ومرضاۃ للرب**'' (صحیح بخاری)۔مسواک منھ کو صاف کرنے اور رب تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ صفائی ستھرائی کی اسی اہمیت کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے متعدد حالات وظروف، اوقات اور مواقع پر صفائی ستھرائی کو اپنانے اور زندگی میں اتارنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا مدارس اسلامیہ جو اسلام کے مضبوط قلعے ہیں اور جہاں سے دین کی آبیاری کی جاتی ہے یہاں پر کماحقہ صفائی ہونی چاہئے اس سلسلے میں مدارس اسلامیہ کے ذمہ دار اصحاب کو اس پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

اسی طرح یہ طلبۂ کرام مہمانان رسول ہیں۔ان کا مقام ومرتبہ بہت ہی عالی ہے۔ یہ انسانیت کا سب سے بہترین طبقہ ہے۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ** (ابو داؤد:(1452) کہ تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے, ایک دوسرے موقع سے فرمایا: **ان الملائکۃ لتضع اجنحتھا رضا لطالب العلم، وان العالم لیستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء، وان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر عل? سائر الکواکب** (سنن ابوداؤد: 3641)

'' کہ فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لئے اپنا پر بچھاتے ہیں، عالم کے لئے زمین وآسمان کی تمام چیزیں مغفرت کی دعائیں کرتی ہیں اور یہ کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر''۔

علماء اور طلبہ کی اسی اہمیت وعظمت کے پیش نظر مدارس اسلامیہ کے انتظامیہ کو چاہئے کہ وہ مدرسین اور طلبہ کے قیام اور طعام کا حسب گنجائش اچھا انتظام کریں۔اس سلسلے میں یہاں چند مشورے پیش کئے جاتے ہیں۔امید ہے کہ ان پر غور کیا جائے گا اور عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی:

(1) مدارس میں عموماً ایک ہی قسم کا کھانا مہینوں تک دیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کو کھانے سے بے رغبتی ہوتی ہے اور ان کی صحت پر منفی اثر پڑتا ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ کھانے میں تنوع پیدا کیا جائے اور اس کا باضابطہ ایک چارٹ بنالیا جائے، کہ کس دن کون سا کھانا دینا ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ کھانا بدل بدل کر دینے سے صرفہ بڑھ جائے گا، بلکہ اسی صرفہ میں مختلف انواع واقسام کے کھانے دیئے جاسکتے ہیں۔موسم کے لحاظ سے سبزیوں کا استعمال ہو، ہفتہ میں ایک دن گوشت اور ایک دن قیمہ ہوجائے۔

(2) مدارس کے دارالاقامہ میں غسل خانے اور بیت الخلاء کی صفائی وستھرائی بڑی سستی برتی جاتی ہے، اس کی دو بنیادی وجوہات ہیں، ایک تو یہ کہ غسل خانے اور بیت الخلاء طلبہ کی تعداد کے اعتبار سے ناکافی ہوتے ہیں۔ 40۔50 طلبہ پر اگر ایک غسل خانہ اور ایک بیت الخلاء اوسطاً رہتا ہو تو اندازہ لگائیے کہ اس کا کیا حال ہوگا؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر مدارس میں بیت الخلاء کی صفائی کے لیے باضابطہ ملازم نہیں ہوتے، طلبہ کے ذریعہ ہی یہ کام لے لیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ آپ چاہے تصوف اور سلف صالحین کے جتنے بھی واقعات سناڈالیں آج کے دور میں یہ کماحقہ کارگر نہیں ہوسکتے۔اس لیے ضروری ہے کہ طلبہ کے اعتبار سے غسل خانے اور بیت الخلاء تعمیر کروائے جائیں اور پھر اس کی صفائی وستھرائی برقرار رکھنے کے لیے باضابطہ ملازم بحال کیے جائیں۔

(3) مدارس کے ذمہ داران پر یہ بھی لازم ہے کہ طلبہ کے لیے سردی میں گرم پانی کا انتظام کریں، اندازہ لگائیے کہ قرآن وحدیث پڑھنے والے طلبہ کو اگر ٹھنڈ کے زمانے میں فجر سے قبل غسل کی حاجت پڑ جائے اور گرم پانی کا انتظام نہ ہو تو دو ہی صورتیں ممکن ہیں، ایک تو یہ کہ اسی ٹھنڈے پانی سے وہ کسی طرح غسل کرلیں اور بیمار پڑ جائیں یا پھر بغیر غسل کیے ہوئے ہی قرآن وحدیث کو ہاتھ لگائیں، ان دونوں صورتوں میں صرف طلبہ ہی گنہ گار نہیں ہوں گے؛ بلکہ انتظامیہ بھی گنہ گار ہوگی۔

(4) مدارس میں چھوٹے اور بڑے بچوں کا اختلاط نقصاندہ ہے، اس سلسلہ میں ذمہ داران کو خوب حساس رہنے کی ضرورت ہے، اولاً تو ایک کمرے میں اسی قدر طلبہ کی سیٹیں مقرر کی جائیں جتنی اس میں گنجائش ہو، بھیڑ، بکریوں کی طرح نہ ٹھوس دیئے جائیں اور دوسری بات یہ کہ جب طلبہ کی سیٹیں تقسیم کی جائیں تو تفاوت عمر کا خاص خیال رکھا جائے، اور ایک کمرہ میں ایک ہی عمر کے بچوں کو رکھا جائے، کلاس کے اعتبار سے کمرے تقسیم نہ کیے جائیں کیوں کہ ایک کلاس میں مختلف عمر کے طلبہ ہوتے ہیں، اس شکل میں مختلف عمر والے طلبہ جمع ہوجائیں گے اور ناشائستہ حرکتیں ہوں گی ساتھ ہی طلبہ سے کہہ دیا جائے کہ سوتے وقت آپ لوگ اپنا کمرہ بند کرکے نہ سوئیں؛ بلکہ دروازہ کھلا رہنا چاہیے؛ تاکہ اساتذہ رات کے کسی بھی حصہ میں نگرانی کرسکیں۔

(5) ایک اہم بات یہ کہ بہت سارے مدارس میں جب کھانا تقسیم ہوتا ہے تو طلبہ کی صف بندی ہوتی ہے، اس کے بعد طلبہ ایک ہاتھ میں روٹی اور دوسرے ہاتھ میں دال یا سالن کا برتن اٹھائے ہوئے کمرہ میں آتے ہیں، یہ کوئی مہذب طریقہ نہیں ہے، بہتر تو یہ ہے کہ طلبہ کو احترام کے ساتھ اجتماعی طور پر کھلایا جائے، اس دوران اگر کسی طالب علم سے غلطی ہوجائے تو زدوکوب سے بچا جائے، کھانے کے دسترخوان پر مارنا تہذیب کے خلاف ہے، دوسری شکل یہ ہے کہ طلبہ کو کسی برتن میں کھانا دے کر اسے ڈھانپ کر اپنے کمرے میں لے جانے کی اجازت دی جائے اور کمرے میں بھی دسترخوان کا نظام قائم کرنے کا طلبہ کو پابند بنایا جائے۔

(6) مدرسے کے بجٹ کے لحاظ سے طلبہ کا داخلہ اور مدرسین کی تقرری ہو۔

(7) مدرسین اور طلبہ کی تعداد کے مطابق دارالاقامہ کا نظم ہو۔

(8) دارالاقامہ میں چوکیوں کا انتظام ہو اور چوکیوں میں تھوڑا فاصلہ بھی ہو۔

(9) طلبہ اور مدرسین کے اعتبار سے بیت الخلاء، استنجاء خانہ اور غسل خانہ کا انتظام ہو، مدرسین کے لئے علیحدہ اور طلبہ کے لئے الگ۔

(10) دارالاقامہ میں کتب خانہ کا بھی انتظام ہو، اگر کئی دارالاقامے ہوں تو ہر ہر دارالاقامہ میں الگ الگ کتب خانے کا نظم ہو تو بہتر ہے۔

(11) طلبہ کو رات گیارہ بجے تک سونے کا پابند بنایا جائے اور صبح جلدی اٹھنے کی تلقین کی جائے اور انہیں مکلّف بنایا جائے کہ وہ خود وقت متعین پر سونے اور بیدار ہونے کے عادی بنیں؛ کیوں کہ وہ کل امت کے مقتدیٰ اور پیشوا بننے والے ہیں۔

(12) کسی باصلاحیت خداترس مدرس کو دارالاقامہ کا نگراں بنایا جائے۔

(13) کسی مدرس کو اس بات کا مکلّف بنایا جائے کہ کبھی کبھی وہ جائزہ لیلیں کہ رات اور دوپہر میں طلبہ سوئے ہوئے ہیں یا کسی لایعنی کاموں میں مشغول ہیں۔

(14) طلبہ کی نماز، تلاوت اور اخلاق وعادات پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ یہ تمام مدرسین کی مشترکہ ذمہ داری ہو, تاہم ان میں سے کسی ایک مدرس کو بطور خاص نگراں بنایا جائے تو نتائج بہتر ظاہر ہوں گے۔

(15) کبھی کبھی دارالاقامہ اور نمازوں میں طلبہ کی حاضری ہوجایا کرے۔

(16) سردی کے موسم میں کمبل اور لحاف اور گرمی میں پنکھوں کا انتظام ہو۔

(17) طلبہ کی وضع قطع پر سخت نگرانی رکھی جائے اور چھوٹے مدارس میں طلبہ کوئی بھی موبائل نہ رکھیں اور بڑے مدارس میں چھوٹے موبائل کی گنجائش دی جاسکتی ہے; لیکن صرف عصر سے مغرب تک۔

(18) طلبہ کو نوافل اشراق، اوابین اور تہجد کی بھی ترغیب دی جائے اور اس کا پابند بنایا جائے۔

(19) صبح وشام کی دعاؤں، سورۃ یٰسین صبح، مغرب کے بعد سورۃ واقعہ اور عشاء کے بعد سورۃ ملک پڑھنے کی ترغیب دی جائے اور اس کا پابند بنایا جائے۔

(20) باذوق باورچیوں کا انتظام ہو اور اس کام کے لئے عورتوں کو نہ رکھا جائے۔

(21) طلبہ کی ورزش کے لئے بھی جگہ منتخب ہو، آبادی میں ان کو گھومنے سے حتی الوسع منع کیا جائے۔

(22) مدرسین کے لئے ''دارالمدرسین'' کا بھی انتظام ہو۔

یہ چند بنیادی امور تھے جن کی طرف اشارہ کیا گیا، اس کا مقصد یہ ہے مدارس میں نظم وضبط قائم رہے اور طلبہ خوشگوار ماحول میں تعلیم حاصل کرسکیں۔

اچھی باتیں

''افسوس اس بات کا ہے کہ وہاٹس ایپ ہو یا زندگی لوگ ہمیشہ اسٹیٹس دیکھتے ہیں ☆ شیر سے پنجہ آزمائی کرنا اور تلوار پر مکہ مارنا عقل مندوں کا کام نہیں ☆ موتی اگر کیچڑ میں گر جائے تو بھی قیمتی ہے اور گرد اگر آسمان پر چڑھ جائے تو بھی بے قیمت ہے ☆ دشمن سے ہمیشہ بچو اور دوست سے اس وقت جب وہ تمہاری تعریف کرنے لگے ☆ عقل منداس وقت تک نہیں بولتا، جب تک خاموشی نہیں ہوجاتی ☆ خدا کے دوستوں کی اندھیری رات بھی روز روشن کی طرح چمکتی ہے''۔ (حاصل مطالعہ)

مدارس اسلامیہ کی زمینوں کے تحفظ کے طریقے اور مفید مشورے

عبدالوہاب انصاری انچارج، شعبۂ اصلاحات اراضی

وقف کے ذریعہ زمین کی منتقلی: اگر کوئی شخص اپنی زمین مدرسہ مسجد عیدگاہ، قبرستان، خانقاہ، مسافر خانہ اور یتیم خانہ وغیرہ کو وقف کرنا چاہتا ہے تو انہیں رجسٹرڈ قبالہ کے ذریعہ وقف کرنا چاہیے کیونکہ ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ 1882 (1882Transfer of Property Act) کے دفعہ 123 کے مطابق اگر غیر منقولہ (Immovable) جائداد کی منتقلی کی جاتی ہے تو اسے رجسٹرڈ قبالہ کے ذریعہ ہونا چاہئے تاکہ داخل خارج میں دشواری نہ ہو، اگر وقف نامہ غیر رجسٹرڈ کاغذات کے ذریعہ کیا گیا ہو تو اس صورت میں دستیاب وقف نامہ کے کاغذات کی عکسی کاپی کے ساتھ دفتر بہار اسٹیٹ سنی وقف بورڈ، دوسری منزل حج بھون، ہارڈنگ روڈ پٹنہ کے دفتر میں وقف کردہ زمین کو بہار وقف بورڈ میں رجسٹرڈ کرانے کے لئے درخواست دینا چاہیے۔ درخواست کے ساتھ جمع بندی کا مصدقہ کاپی کی عکسی کاپی بھی دینا چاہئے تاکہ زمین مالک سے واقف کا رشتہ ظاہر ہو سکے۔ اگر جمع بندی واقف کے نام پر نہیں ہے تو نسب نامہ بنا کر درخواست کے ساتھ دینا چاہئے، درخواست کے ساتھ نوٹری پبلک کا حلف نامہ بھی دینا چاہیے ساتھ ہی ساتھ زمین کا فوٹو بھی دینا چاہیے تاکہ زمین کی موجودہ نوعیت کا پتہ چل سکے۔ رجسٹرڈ ہو جانے پر وقف بورڈ کے چیف اکزیکٹو آفیسر (CEO) وقف ایکٹ کے دفعہ (3)37 کے تحت متعلقہ سرکل آفیسر کو داخل خارج کے لئے مکتوب بھیجیں گے اور اسی بنیاد پر داخل خارج کرانے کے لئے کوشش کرنی ہوگی۔ متعلقہ سرکل آفیسر کو چھ ماہ کے اندر ضروری کارروائی کرنے کی ہدایت وقف ایکٹ میں ہے۔ اس کے ساتھ درخواست اور حلف نامہ کا نمونہ منسلک ہے۔ دفتر بہار اسٹیٹ وقف بورڈ سے رابطہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تفصیل درج ہے: فون نمبر 0612-2230581 فیکس + فون نمبر 2213865، ویب سائٹ wwwbsswb.org اور ای میل bsswboard@gmail.com وغیرہ ہیں جس پر ضرورت کے مطابق رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

2۔ ہبہ نامہ بخشش نامہ کے ذریعہ زمین کی منتقلی: اگر کوئی شخص اپنی زمین مدرسہ مسجد، عیدگاہ، قبرستان، خانقاہ، مسافر خانہ اور یتیم خانہ وغیرہ کو ہبہ نامہ، بخشش نامہ کے ذریعہ منتقل کرنا چاہتا ہے تو بہتر ہے کہ ہبہ نامہ؟ بخشش نامہ رجسٹرڈ قبالہ کے ذریعہ ہبہ کریں کیونکہ ایسے کاغذات پر آسانی سے داخل خارج ہو جاتا ہے حالانکہ مسلم لا (Muslim Law) کے مطابق ہبہ نامہ، بخش نامہ رجسٹرڈ ہونا لازمی نہیں ہے۔ پھر بھی اگر ہبہ نامہ، بخشش نامہ سادہ کاغذ یا حلف نامہ (Affidavit) کے ذریعہ کیا گیا ہو تو عدالت عالیہ دہلی کے مقدمہ نمبر 2005 of 1714-Civil Appeal No حفیظہ بی بی وغیرہ بنام شیخ فرید میں تاریخ 5 مئی 2011 کے فیصلہ کے تناظر میں بغیر رجسٹری کے ہبہ نامہ کی بنیاد پر داخل خارج کرانے کیلئے آن لائن درخواست دینا چاہیئے اور اسی بنیاد پر داخل خارج کرا کر مال گذاری رسید حاصل کرنا چاہیے۔

3۔ رجسٹرڈ قبالہ بیع لاکلامی کے ذریعہ زمین کی منتقلی: رجسٹرڈ قبالہ بیع لاکلامی کے ذریعہ اگر زمین خریدی جاتی ہے اور اس بنیاد پر داخل خارج کرا کر ہر سال مال گزاری ادا کر کے مال گذاری رسید حاصل کی جاتی ہے تو اس میں شرط یہی ہے کہ زمین اسی شخص سے خریدی جا؟ جس کے نام جمع بندی قائم ہے تاکہ داخل خارج میں کوئی دشواری نہ ہو اور اگر زمین فروخت کرنے والے کے نام پر جمع بندی نہیں ہے تو فروخت کرنے والے سے پرانی مال گذاری رسید میں درج زمین مالک اور زمین کو فروخت کرنے والے شخص کے بیچ کیا رشتہ ہے اسے ظاہر کر دینا چاہیے تاکہ پتہ چل سکے کہ انہیں بھی زمین بیچنے کا حق حاصل ہے۔ زمین ہبہ نامہ، بخشش نامہ (رجسٹرڈ یا غیر رجسٹرڈ) قبالہ بیع لاکلامی وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہو تو زمین کے تحفظ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا داخل خارج کرا کر ہر سال مال گذاری ادا کر کے مال گذاری رسید حاصل کرنا چاہئے اور یہ بھی بہت اہم ہے کہ اس زمین پر تصرف قائم کرنا چاہئے

4- لیز کے ذریعہ زمین کی منتقلی: لیز کے ذریعہ بھی زمین حاصل ہوتی ہے اس صورت میں لیز کی شرطوں کے مطابق مال گذاری/ رینٹ ادا کر کے ہر سال رسید کٹوانے کی کارروائی کرنی چاہیے اور زمین کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ اگر لیز کا وقفہ توسیع کے قابل ہو تو وقت پر توسیع کرانے کے لئے کاروائی کرنی چاہیے۔

5- سروے کے درمیان زمین کے تحفظ کے لئے ضروری ہدایات: ابھی بہار سرکار کے ذریعہ زمین کے اسپیشل سروے کا کام کرایا جا رہا ہے جس ضلع میں سروے کرایا جاتا ہے سب سے پہلے وہاں کے اس موضع کا سروے کرانے کے سلسلے میں اطلاع عام (Notification) جاری کیا جاتا ہے۔ سروے ایکٹ کے مطابق سبھی زمین مالک کو متعین کردہ فارم 2 میں زمین کی تفصیل متعلقہ سرکل آفیسر کو دو کاپیوں میں دیتے ہوئے ایک کاپی واپس حاصل کرنا چاہیے جو مستقبل میں ثبوت کے طور پر زمین مالک کے پاس رہے گی۔ قسط وار اور خانہ پری میں سروے ٹیم کے کارکنان زمین کے پلاٹ پر جاتے ہیں اور زمین مالک کے ذریعہ دستیاب کرا؟ گئے تفصیل سے سرزمین پر تصدیق کرتے ہیں اس کے بعد ریکارڈ آف رائٹ تیار کرنے کے لئے ڈرافٹ شائع کیا جاتا ہے اس وقت زمین مالک کو شائع کردہ ڈرافٹ کو غور سے پڑھنا چاہیے کہ کوئی غلطی تو نہیں ہے اور اگر غلطی ہو تو فوراً اس کو صحیح کرانے کے لئے درخواست دینی چاہیے، یہ دیکھا جا رہا ہے کہ قبرستان عیدگاہ، کربلا ٬خانقاہ وغیرہ کی زمین کا سروے کے وقت صحیح ڈھنگ سے سروے نہیں ہوتا ہے جس کی وجہ سے بعد میں کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے سروے فائنل ہونے تک بہت ہی محتاط اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے اور سروے ٹیم کو ضروری کاغذات اور زمین کی نوعیت کے مطابق سروے کرانے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔

حساب کو آڈٹ کرانے کے طریقے

سید سیف اللہ قادری چارٹرڈ اکاونٹنٹ

تعارف: یہ تحریر بہی کھاتا ٬دستاویز سازی ٬ریکارڈز کی دیکھ بھال اور حفاظت ٬آڈٹ (جانچ پڑتال) ٬آئی ٹی آر فائلنگ اور مدرسہ کے رجسٹریشن کے بارے میں مختصراً آگاہ کرنے کے لئے ہے۔ مدرسہ ایک تعلیمی ادارہ ہے۔ تمام تعلیمی ادارے جیسے اسکولز٬ کالجز٬ یونیورسیٹیاں ٬مدارس ٬مکاتب وغیرہ درج ذیل میں سے کسی ایک قانون کے تحت قائم کئے جاتے ہیں۔

ٹرسٹ: مختلف ٹرسٹ ایکٹ کے تحت، سوسائٹی: سوسائٹیز رجسٹریشن ایکٹ 1860 کے تحت، سیکشن 8 کمپنی: کمپنیز ایکٹ 2013 کے تحت۔

مدرسہ: مدرسہ عام طور پر تعلیمی سرگرمیاں فراہم کرتا ہے۔ ہر تعلیمی ادارے بشمول مدرسہ کو بطور ٹرسٹ یا سوسائٹی رجسٹرڈ ہونا چاہئے۔ سیکشن 8 کمپنی مدرسہ کے لئے موزوں نہیں ہے۔ اب تعلیمی اداروں کے لئے مندرجہ بالا میں سے کسی ایک میں رجسٹرڈ ہونا لازمی ہے، مدرسہ کے ڈیڈ یا بائی لاز میں مذہبی اور اقلیتی کردار کا ذکر ہونا چاھئے۔ رجسٹریشن کے بعد اگر مدرسہ کے پاس پین نہیں ہے تو اسے ضرور حاصل کر لینا چاہئے۔ روزمرہ کی سرگرمیوں کے لئے کسی بھی بینک میں کرنٹ اکانٹ کھولا جائے۔ مدرسہ درج ذیل رجسٹریشن اور منظوری بھی حاصل کر سکتا ہے۔

(Darpan)(8) یہ نیتی آیوگ کے ذریعہ پیش کردہ ای گورننس اپلیکیشن ہے۔ درپن رجسٹریشن اب تمام ٹرسٹ اور این جی او کے لئے ضروری ہے۔

انکم ٹیکس ایکٹ کے تحت رجسٹریشن: مدرسہ کو بحیثیت تعلیمی ادارہ درج ذیل وجوہات کی بناء پر انکم ٹیکس ایکٹ کے سیکشن 12 اے بی یا (23 سی) 10 کے تحت رجسٹریشن حاصل کرنیکی ضرورت نہیں ہے، لیکن انکم ٹیکس ریٹرن (آر ٹی آر) ہر سال داخل کرنا ہوگا۔

انکم ٹیکس ایکٹ کی دفعہ (آئی آئی آئی اے ڈی) (23 سی) 10: کوئی بھی یونیورسٹی یا ادارہ جن کا وجود صرف تعلیمی مقصد کے لئے ہی ہے، ان سے کوئی آمدنی یا؟ دیگر؟ منفعت مقصود نہیں ہے تو اگر ایسے یونیورسٹیوں یا اداروں سے فرد کی مجموعی آمدنی سالانہ پانچ کروڑ سے متجاوز نہ ہوں تو انہیں انکم ٹیکس کی دفعہ (آئی آئی آئی ڈی) (۳۲سی) 10 کے تحت منظوری لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

بہی کھاتہ اور دیگر دستاویزات جو درست اور منظّم رکھنے ہیں: ریکارڈ کی دیکھ بھال مدرسہ کی سرگرمیوں کا سب سے اہم حصہ ہے۔ مدرسہ کے بہی کھاتا اور ریکارڈ کو درج ذیل وضاحت کے مطابق منظّم اور درست رکھنا ہوگا۔ (1) نوٹیفیکیشن نمبر 94/ 2022 انکم ٹیکس کی بتاریخ 10/ اگست 2022 (2) متعلقہ اصول: انکم ٹیکس کے قواعد 7 1 اے اے۔ چوبیسویں ترمیمی قوانین 2022 (3) متعلقہ سیکشن: ایکٹ کے سیکشن (23 سی) 10 یا (بی) (1) 12 اے (4) اکاؤنٹ کا بہی کھاتہ بشمول درج ذیل یعنی: (1) کیش بک (2) لیجر (3) روزنامہ/ حساب کتاب کا بہی کھاتہ (4) بل کی کاپیاں (5) اوریجنل بل (6) کوئی بھی دوسرا رجسٹر جسے مینٹین کرنے کی ضرورت پڑے (7) پروجیکٹ اور تمام اداروں کا مکمل ریکارڈ (وَوَ8) تمام آمدنی کا مکمل ریکارڈ (9) اس آمدنی کے استعمال کا ریکارڈ جو ہندوستان کے اندر کیا گیا ہو (10) بیرون ممالک آمدنی کے استعمال کا ریکارڈ (11) ایکٹ کے سیکشن 5 کی ذیلی دفعہ 11 میں بیان کردہ فارمولوں اور طریقوں میں سرمایہ کاری یا جمع کی گئی رقم کا ریکارڈ (12) کسی مخصوص جہت میں کی گئی رضاکارانہ آمدنی کا ریکارڈ (13) لون اور قرض کا ریکارڈ (14) جائیدادوں کا ریکارڈ (15) مخصوص افراد کا ریکارڈ جیسا کہ ایکٹ کے سیکشن 13 کی ذیلی دفعہ میں بتایا گیا ہے (16) کوئی دوسری دستاویزات جن میں کوئی اور متعلقہ معلومات ہو (5) اکاؤنٹس کے رجسٹر اور دیگر دستاویزات اس کے رجسٹرڈ آفس میں رکھے جائیں گے یا کسی دوسری جگہ سات دنوں کے اندر دائرہ واختیار کی تعین کرنے والے افسر کو مطلع کر کے منظّم رکھے جائیں گے (6) اکاؤنٹ کے بہی کھاتہ اور دیگر دستاویزات کو متعلقہ تشخیصی سال کے اختتام سے دس سال کی مدت کے لئے رکھا جائیگا۔

ذیل میں کچھ اہم دفعات ہیں جن پر مدرسوں کو عمل کرنا ہوگا: (الف) بہی کھاتوں کا آڈٹ ہر سال جولائی تک مکمل کر لیا جائے (ب) نقدی میں خرچ کی اجازت زیادہ سے زیادہ دس ہزار روپے تک ہے جو ایک ایونٹ کا ہوگا (ج) ایڈوانس کی حد ایک شخص کے لئے ایک سال میں میں بیس ہزار سے کم ہے (د) غیر محفوظ شدہ قرض یا نقد میں ایڈوانس کی حد ایک شخص سے ایک سال میں بیس ہزار سے کم ہے (ہ) ٹی ڈی ایس (ذرائع پر ٹیکس کٹوتی) کی فراہمی جہاں بھی قابل اطلاق ہو اس پر عمل کرنا ہوگا۔

نئی قومی تعلیمی پالیسی کے مدارس پر اثرات اور مکاتب کے قیام پر زور

مفتی عین الحق امینی قاسمی

کسی بھی ملک کی ترقی کا انحصار اس کے اچھے نظام تعلیم وتربیت پر ہے۔اور بہتر تعلیم وتربیت کے لئے نصابوں کو پرکھنا اور حسب ضرورت اس میں تبدیلی ناگزیر ہے' مگر ذہن میں رکھیئے ! کہ یہ تبدیلی مثبت جہت و ذہن کے ساتھ ہونی چاہئے' اگر ان تبدیلیوں سے کسی بھی آبادی کے تیئں نقصانات ابھر کر سامنے آرہے ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم نے اساتذہ وطلبہ کے ساتھ نا انصافی کی ہے، بلکہ ملک کی آبادی پر ظلم کیا ہے، یاد رکھئے کہ ایسی تبدیلیوں سے ایک طبقے کا تو بھلا ہوسکتا ہے مگر ملک کا کبھی بھلا نہیں ہوسکتا۔ہمارے یہاں ہندستان میں بھی وقفے وقفے سے اس عمل کو آزمایا جاتا رہا ہے۔آزادی سے قبل لارڈ میکالے کے ایماواشارہ پر نصاب میں تبدیلی ہوئی۔آزادی کے بعد پہلی مرتبہ 1968 میں نصاب کے اندر سرکاری سطح پر تبدیلی کی گئی' جب اندرا گاندھی کی حکومت تھی اور ڈی ایس کوٹھاری کمیشن کی سفارشات پر یہ تبدیلی ہوئی تھی' دوسری مرتبہ 1986 میں یہ تبدیلی ہوئی جب راجیو گاندھی کی حکومت تھی اور پھر 1948 میں جب مولانا آزاد وزیر تعلیم تھے اس وقت ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن کی صدارت میں یہ کام ہوا تھا۔اسی طرح 2009 میں بھی کانگریس کے دور حکومت میں اس امر کو رائٹ ٹو ایجوکیشن کے عنوان سے چھیڑا گیا تھا۔اب جب 2014 سے این ڈی اے برسر اقتدار آئی ہے اس نے اسی وقت سے شور مچانا شروع کردیا ہے' چنانچہ 2016 میں ای ایس سبرامنیم کی بنچ نے اس کام کو کسی حد تک کیا، مگر آر ایس ایس کے مزاج و ارادہ پر کھرا نہیں اترا تو 2017 میں دوبارہ ڈاکٹر کستوری رنجن کی نگرانی میں جو کمیٹی بنی اس نے 2019 نئی قومی تعلیمی پالیسی 2020 کا مسودہ 468 صفحات پر مشتمل پیش کیا۔چنانچہ ذیل میں نئی قومی تعلیمی پالیسی کے مدارس پر اثرات اور مکاتب کے قیام پر زور جیسے چبھتے ہوئے عنوان کا ایک مختصر امکانی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے جس کا یہ حصہ انتہائی اہم ہے:

(۱) بنیادی طور پر نئی قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۲۰ میں مدارس کے تعلق سے خاموشی برتی گئی ہے (2) نئی قومی تعلیمی پالیسی کے مطابق ۳؍سال کی عمر سے ہی بچوں کو اسکول میں تعلیم دی جائے گی (3) نی قومی تعلیمی پالیسی 220 کے مطابق ہر بچہ' بچی کو حکومت ہند سے منظور شدہ نصاب ہی پڑھنا ہوگا (4) نئی قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں راشٹر واد اور نیشنل کلچر کی طرف رہنمائی کی گئی ہے، جس کا مطلب ہے ہندو احیاء پرستی اور ہندوتو نظریات کو ذہن وفکر پر مسلط کرنا (5) نئی قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں سہ لسانی فارمولہ کے تحت مادری زبان کے ذریعہ تعلیم پر زور دیا گیا ہے جس میں ہندی انگریزی اور سنسکرت کو ہی جگہ مل سکتی ہے' اردو اور عربی کے لئے کوئی گوشہ نہیں (6) نئی قومی تعلیمی پالیسی کی سطریں بتاتی ہیں کہ تعلیم کے نام پر دیو مالائی کہانیاں اور حفظان صحت کے نام پر یوگا اور سوریہ نمسکار کو ترجیح حاصل ہوگا، بلکہ سرسوتی وندنا اور وندے ماترم جیسے مشرکانہ ترانہ گانے پر بھی مجبور کیا جاسکتا ہے (7) نئی قومی تعلیمی پالیسی کے مندرجات سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ مدارس کا نصاب تعلیم حکومت کے نصاب سے میل نہ کھانے کی صورت میں خود بخود مسترد ہوجائے گا یعنی مدارس ان کی نگاہ میں قومی تعلیمی ادارہ کہلانے کا حق کھودیں گے (8) نئی قومی تعلیمی پالیسی میں جس طرح سے تمام پرائیویٹ اداروں کو مرکزی حکومت کے ماتحت چلنے والے اداروں کی نگرانی میں لانے کی بات کہی گئی ہے، اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ معیاری تعلیم کے نام پر تمام دینی وعصری ادارے سرکاری کارندوں کے عمل دخل سے محفوظ نہ رہ سکیں گے (9) آئین ہند کی دفعہ ۳۰؍ کے تحت چلنے والے تمام دینی مدارس ومکاتب کو نئی قومی تعلیمی پالیسی کی آڑ میں ناجائز دخل قبضہ کے ذریعے اس کے قانونی وسعت ومعنویت کو محدود کردیا جائے گا (10) نئی قومی تعلیمی پالیسی کے متعلق جب حکومت کی طرف سے ماہرین سے مشورہ مانگا گیا اور تجاویز جمع کئے گئے تو امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سمیت ملک سے تقریبا ڈھائی لاکھ تجاویز اور مشورے بھیجے گئے تھے، مگر نئی قومی تعلیمی پالیسی کی منظور شدہ کاپی دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ عالمی وبا کورونا وائرس کے پر پھیلاو کے دوران تمام تجاویز کو یکسر مسترد کر عجلت میں منظور کرالیا گیا (11) آنے والے دنوں میں بدعقیدگی' بے ایمانی اور ضلالت وگمرہی سے نسلوں کو بچانے کے لئے کثرت سے ہر چھوٹی بڑی مسلم آبادی والی بستی میں مکاتب کا قیام از حد ضروری ہے 'امارت شرعیہ نے شروع دن سے اس بات کی ضرورت محسوس کی ہے کہ مسلم آبادی کو مکاتب سے جوڑ کر ان کے ایمان واعمال کو بنانے اور بچانے پر محنت کی جائے (12) ضرورت ہے کہ مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم پر اجتماعی غور وفکر کے بعد ان کو مفید تر بنانے کی منظم کوشش کی جائے (13) امارت پبلک اسکول کے طرز پر پرائمری' مڈل اسکول اور کالجز و یونیورسٹیز قائم کئے جائیں تا کہ عصریات کے ساتھ بچوں کو دینی مضامین بھی خوبی کے ساتھ پڑھائے جاسکیں۔

بہترین امت کا بہترین مشن

ڈاکٹر محمد یوسف

ہر باشعور انسان کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ جس سماج میں بستا ہے وہ سماج ایک آئیڈیل سماج ہو۔مگر کوئی بھی سماج آئیڈیل صرف آرزؤوں اور تمناؤں سے نہیں بن جاتا، بلکہ اس کی کچھ بنیادیں ہیں، جن بنیادوں کو مضبوط کرنا ہوتا ہے، تب جا کر کوئی سماج آئیڈیل بنتا ہے۔

آپ ذرا غور کیجئے کہ موجودہ زمانے میں مسلم معاشرہ کس قدر تیزی سے برائیوں کی طرف بڑھتا جارہا ہے، اور اس پر برائیوں کی یلغار نہایت آسانی سے کامیاب ہورہی ہے، ایسا کیوں؟ ایسا اس لیے کہ ہمارا اندرون کمزور ہوتا جارہا ہے اور باہر سے برائیوں کے مسلسل اور منظم حملے ہورہے ہیں، نیز ہمارے سماج میں وہ دفاعی سسٹم نہیں پایا جاتا ہے جو برائیوں کو روک سکے اور ان پر پر کنٹرول کرسکے، وہ سسٹم ہے: بھلائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا، یہ ہر زمانے میں اہل ایمان کا مشن رہا ہے۔یہ تمام انبیائے کرام کا مشن ہے، یہ اس بہترین امت کا بہترین مشن ہے: ارشاد ربانی ہے کہ 'تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے نکالے گئے ہو۔تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو'

اس مشن کے بہت سارے فائدے ہیں۔سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمارے سماج میں نیکیوں کا بول بالا ہوگا، نیک لوگ سر اٹھا کر چلیں گے۔اور برائیاں دبی ہونگی، برے لوگ سر جھکا کر چلیں گے۔

یہ ہمارے سماج کیلئے امیونٹی سسٹم کے مانند ہے، جس طرح ایک انسان کا امیونٹی سسٹم جتنا مضبوط ہوتا ہے بیماریوں کا حملہ اس پر اسی قدر کم اثر انداز ہوتا ہے اور امیونٹی سسٹم جتنا کمزور ہوتا ہے، بیماریوں کا حملہ اسی قدر اس پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔اس طرح یہ مشن ہمارے سماج کیلئے امیونٹی سسٹم کے مانند ہے، یہ جتنا مضبوط ہوگا ہمارا سماج برائیوں سے اسی قدر محفوظ ہوگا، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہترین مثال سے اس چیز کو واضح کیا ہے۔صحیح بخاری میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (برائیوں میں مبتلا ہونے والے کی مثال اس قوم کی طرح ہے کہ جنہوں نے ایک کشتی کرائے پر لیا، پھر آپس میں قرعہ اندازی کیا، کچھ لوگ کشتی کے بالائی حصے پر بیٹھے اور کچھ لوگ کشتی کے نیچے والی منزل پر بیٹھے۔نچلی منزل والے لوگ جب بالائی منزل پر پانی کیلئے جاتے تھے تو بالائی منزل پر پانی کے چھینٹے وغیرہ پڑ جاتے تھے۔انکی رائے یہ بنی کہ ہم بالائی منزل کے لوگوں کو تکلیف کیوں پہنچائیں گے؟ ہم اپنے حصے میں سوراخ کر لیتے ہیں، یہیں سے ہم پانی نکال لیں گے۔اگر اوپر والے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جانے دو وہ سوراخ تو اپنے حصے میں کر رہے ہیں ہم کو اس سے کیا مطلب ہے؟ تو نچلی منزل والے بھی ڈوبیں گے اور بالائی منزل والے بھی ڈوبیں گے۔لیکن اگر بالائی منزل کے لوگوں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا کہ تم اس کشتی میں سوراخ نہیں کرسکتے ہو۔تو بالائی منزل والے بھی محفوظ رہیں گے۔اور نچلی منزل والے بھی محفوظ رہیں گے۔)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم نے معاشرے میں برائی کرنے والوں کا ہاتھ پکڑ لیا تو برائی کرنے والا بھی محفوظ رہے گا۔اور معاشرے کے دوسرے لوگ بھی محفوظ رہیں گے۔اور اگر ہم نے برائی کرنے والوں کا ہاتھ نہیں پکڑا، تو وہ بھی ہلاک ہوگا اور ہمارا پورا معاشرہ بھی ہلاک ہوگا اور نوبت یہاں تک پہنچے گی کہ اللہ تعالی ہماری دعاؤں کو بھی قبول نہیں کرے گا، جیسا کہ مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

یہ مشن منجملہ فرض کفایہ ہے۔یعنی جو لوگ اس مشن کو انجام دینے کی قدرت رکھتے ہیں اگر ان میں سے کچھ لوگ اس مشن کو انجام دیتے ہیں، تو بقیہ لوگوں سے گناہ ساقط ہوجائے گا، اور اگر کوئی بھی اس مشن کو انجام نہیں دیتا ہے تو سب کے سب لوگ گنہگار رہوں گے۔لیکن بسا اوقات یہ فرض عین ہوجاتا ہے یعنی کسی ایک شخص پر یہ فرض ہوجاتا ہے جب وہ برائی ایسی ہو جس برائی کے بارے میں دوسرے کو علم نہ ہو یا اس برائی کو اس شخص کے علاوہ دوسرا روک نہیں سکتا ہو تو ایسے شخص پر وہ فرض عین ہے، اور جس کے اندر برائی کو روکنے کی جتنی طاقت ہے، جتنا پاور اور جتنا اختیار ہے۔اس پر یہ چیز اتنی ہی زیادہ واجب ہوگی۔اب سوال یہ ہے کہ اس مشن کو انجام دینے والے جو لوگ ہوں گے، ان میں کون کون سی صفات پائی جانی چاہیے؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر تین صفات پائی جانی چاہیے۔علم، رفق (نرمی)، اور صبر۔

۱-علم: ظاہر سی بات ہے کہ آپ جب بھلائی کا حکم دینا چاہتے ہیں، تو آپ کو علم ہونا چاہیے کہ یہ خیر کی چیز ہے۔آپ جب کسی برائی سے روکنا چاہتے ہیں، تو آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ یہ چیز بری ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ علم کتنا ہونا چاہیے؟ کیا اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک آدمی مدرسے سے عالمیت اور فضیلت کی ڈگری حاصل کرنے والا باصلاحیت عالم ہو؟ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ صحیح مسلم کی شرح میں اس کی وضاحت کی ہے کہ کہ دین کے جو موٹے موٹے معروف مسائل ہیں، جو مشہور واجبات ہیں جیسے نماز پڑھنا فرض ہے، اسی طریقے سے دین کے جو مشہور محرمات ہیں زنا کرنا حرام ہے، چوری حرام ہے، شراب نوشی حرام ہے، تو یہ جو موٹے موٹے مسائل ہیں ان کا علم تمام مسلمان کے پاس ہے۔البتہ دین کے جو باریک مسائل ہیں ان کا تعلق علماء سے ہے، ان میں علماء فیصلہ کریں گے۔گویا کہ ہمارے سماج میں جو یہ تصور پیدا ہو گیا ہے کہ بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا یہ ان لوگوں کا کام ہے جو مدارس کے فارغین ہیں، یہ ہماری غلط فہمی ہے۔اور اسی وجہ سے ہم اس مشن کو انجام دینے سے پیچھے ہٹتے ہیں، یہ تصور بالکل غلط ہے۔کیونکہ موٹے موٹے مسائل کا ہر مسلمان جانکار ہے۔اور ہمارے معاشرے میں عام طور سے ایسی ہی برائیاں پائی جاتی ہیں جس کو معاشرے کا ہر باشعور انسان جانتا ہے کہ یہ برائی ہے۔لہٰذا اس معاشرے کے جو پاورفل لوگ ہوں گے، جو بااختیار لوگ ہوں گے انکی ذمہ داری یہ ہے کہ اس برائی کی روک تھام کی کوشش کریں۔

۲-رفق (نرمی): بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں نرمی کے ساتھ معاملہ کریں، اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو اور انکے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس بھیجا تو اللہ تعالی نے انہیں حکم دیا: 'جایئے آپ لوگ فرعون کے پاس، اس نے سرکشی کر رکھا ہے۔اور اس سے نرم گفتگو کیجئے، شاید کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے ڈر جائے۔

دینوری نے اپنی کتاب المجالسۃ وجواہر العلم میں نقل کیا ہے: کہ ہارون رشید خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں، اور نہایت سخت گفتگو ہوگی، آپ اللہ کے واسطے تھوڑا سا برداشت کر لیجئے گا۔کہا: نہیں۔اللہ نے تم سے بہتر شخص کو مجھ سے بدتر شخص کے پاس بھیجا۔اللہ نے حضرت موسی کو فرعون کے پاس بھیجا اور کہا نرم گفتگو کرنا۔تم کیوں سخت گفتگو کروگے؟

تو اصل چیز یہ ہے کہ ہم نرمی کے ساتھ گفتگو کریں۔

۳-صبر: جب آپ اس مشن کو انجام دیں گے تو آپ کو بہت ساری مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا ہوگا، انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم کو جنہیں اللہ تعالی نے رسول اور نبی بنا کر بھیجا تھا، ان کو بھی بہت ساری تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا ہوا مگر انہوں نے صبر کیا، لہٰذا اس راہ میں صبر کرنا ضروری ہے۔اسی لیے تو اللہ تعالی نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنایا اور سورۃ المدثر نازل فرمائی تو انہیں حکم دیا کہ اپنی رب کی رضا کی خاطر صبر کیجئے۔

اور حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ بیٹا! بھلائی کا حکم دینا برائی سے روکنا، اور جو مصیبتیں لاحق ہوں گی اس پر صبر کرنا، یہ بہت زندہ دلی کی بات ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم اس مشن کو اچھی طرح سمجھیں، اور اپنے سماج میں اس سسٹم کو نافذ کرنے کی کوشش کریں، تاکہ ہمارا سماج برائیوں کے یلغار سے محفوظ رہے یا کم متاثر ہو۔آمین۔

بقیہ صفحہ اول............................ 16 جون 2004 کو 11/9 کمیشن کی بارہویں اور آخری عوامی سماعت واشنگٹن ڈی سی میں منعقد ہوئی۔ کمیٹی کے وائس چیئر مین جناب لی ہیملٹن (Lee Hamilton) صاحب نے دریافت کیا، انہیں ایسا کرنے کی ترغیب کس چیز نے دی؟

believe they feel a sense of outrage against the United "I
They identify with the Palestinian problem, they identify ‘‘’’States.
believe they tend with people who oppose repressive regimes and I
to focus their anger on the United States."

جواب میں ایف بی آئی کے سپر وائزری اسپیشل ایجنٹ جیمز فٹز جیرالڈ (James Fitzgerald) نے کہا "میں ایسا سمجھتا ہوں کہ ان کو امریکہ کے خلاف غم وغصہ ہے"۔ "وہ فلسطین کے قضیہ کو اپنے تشخص سے جوڑتے ہیں، وہ جابرانہ حکومتوں کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ اپنے تشخص کو جوڑتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ اپنا غصہ امریکہ پر مرکوز کرتے ہیں۔" کیا آپ نے غور کیا کہ نہ ہی اس میں مذہب کا نام آیا نہ ہی اسلام کا نام آیا، نہ ہی تربیت کا نہ ہی اسلامی دہشتگردی کا۔ ۱۱؍ستمبر ۲۰۰۱ء کے دہشت گردانہ حملوں کی تفتیش کرنے والی مرکزی ایجنسیوں کا ماننا ہے کہ ان خودکش حملوں کے پیچھے جو جذبہ محرکہ کام کررہا تھا وہ سیاست تھی نہ کہ مذہب۔

امریکا میں یونیورسٹی آف شکاگو کے پولیٹیکل سائنٹسٹ ڈاکٹر رابرٹ پپے نے 1980ء سے 2005ء کے درمیان پوری دنیا میں خودکش دہشت گردی کے ہر ایک کیس کا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ تقریبا تمام خودکش حملے کے پیچھے مذہب یا مذہبی فنڈامنٹلزم نہیں، بلکہ یہ حملے ایک خاص سیکولر اور اسٹریٹیجک ہدف حاصل کرنے کے لیے کیے گئے تھے۔ یہ ہدف جدید جمہوریتوں کو مجبور کرنا تھا تاکہ وہ اپنی عسکری قوتوں کو اس علاقے سے ہٹالیں جس علاقہ کو خودکش حملہ کرنے والے اپنا وطن سمجھتے تھے، یہاں پر خودکش حملے کی بھرپور مذمت کرتے ہوئے ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ سے ایک اقتباس پیش کرنا مناسب ہوگا، انہوں نے کہا تھا "ایک ناانصافی ہر جگہ انصاف کے لیے خطرہ ہے" اور یہ کلام عدل اور انصاف کی اسلامی فکر کے عین مطابق ہے۔ اسلام ہر ظلم و زیادتی، ہر ناانصافی، ہر قسم کی حق تلفی اور قتل وغارت گری کے خلاف ہے، اور ہر مسلمان اس فکر ونظر کا پابند ہے۔

نئی تعلیمی قومی پالیسی

این ای پی (NEP) 2020 ایک بہت مہتواکانکشی (ambitious) تعلیمی پالیسی ہے؛ اس پالیسی کو اپنے حجم کے لحاظ سے دنیا کے دوسرے سب سے بڑے تعلیمی نظام کو رخ دینا ہے، ہمارے اس اسکولنگ سسٹم میں 15 لاکھ سے زیادہ اسکول، 25 کروڑ سے زیادہ طلباء اور 89 لاکھ سے زیادہ اساتذہ ہیں۔ ہمارے اعلیٰ تعلیم کے نظام میں تقریباً 1000 یونیورسیٹیز، 39,931 کالجز اور 10,725 اسٹینڈ الون (stand alone) ادارے قائم ہیں جہاں 3.74 کروڑ طلباء تعلیم حاصل کررہے ہیں، پہلے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے سب سے پہلے یہ تصور پیش کیا تھا کہ تعلیم سب کے لیے ہونی چاہیے اور تعلیم کو سماجی تبدیلی کا سب سے اہم عنصر بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ پالیسی جس پیمانے اور تنوع کو متاثر کرتی ہے، اور تبدیلی لانے کا عزم رکھتی ہے، اس کے مقابلہ میں اس کا نفاذ ایک غیر فطری عمل دکھتا ہے، غالبًا یہی وجہ ہے کہ تمل ناڈو نے اس کی تنفیذ سے انکار کردیا ہے۔

پالیسی کے چند اہداف اور ان کے لازمی تنفیذی نتیجے کچھ اس طرح دکھتے ہیں: ☆ اس پالیسی کا ایک ہدف 2035 تک اعلیٰ تعلیم میں طلباء کے مجموعی تعدادِ اندراج کا تناسب دوگنا کرنا ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمیں اگلے 15 سالوں تک ہر ہفتے ایک نئی یونیورسیٹی کھولنا پڑے گی ☆ ۲؍کروڑ بچوں کو جو اس وقت اسکولوں میں نہیں ہیں ان کو اسکولی تعلیمی نظام میں لانے کا ہدف ہے۔ اسے 2035 تک پورا کرنے کے لیے ہر ہفتے تقریباً 50 اسکولوں کے قیام کی ضرورت پڑے گی۔ اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ 15 سالوں تک ہر ہفتے کم ازکم 50 پرنسپل اور کم ازکم 300-200 اساتذہ کو تسلسل کے ساتھ تعینات کرنا پڑے گا ☆ فنڈنگ کے نقطہ نظر سے اس پالیسی پر GDP کے 4.6% سے 6% فیصد تک کے اخراجات کا تصور ہے۔ اس کا مطلب سالانہ تقریباً 2.5 لاکھ کروڑ روپے ہوتا ہے۔ کیا یہ خرچ ممکن ہے؟
☆ پالیسی، نصاب کے ڈھانچے کی ازسرنو تصمیم کرنے کا تصور کرتی ہے۔ لیکن اس نصاب کی تصمیم اور اس کو طلباء تک مؤثر طریقے سے پہنچانے کے لیے اساتذہ میں؛ جیسی صلاحیت کی تعمیر (capacity building) اور جن مہارت (Skills) کا ہونا ضروری ہے۔ کیا اس کی کوئی پلاننگ ہے؟

یہ چند باتیں تو پالیسی کی فریمنگ اور اس کی تنفیذ کے متعلق تھیں۔ اب صاف بات یہ ہونی چاہیے کہ مسلمان اور اقلیت کے تمام لوگ اس پالیسی کو کس نقطہ نظر سے دیکھیں، اگر چیزوں کے قائم کرنے میں شراکت داری ہو، مستقل اور مسلسل بات چیت ہو اور فریقین ایک دوسرے پر اعتماد کریں تو لاکھوں مسائل کو درست کیا جاسکتا ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ اعتماد کا بہت بڑا فقدان ہے اور یہ حالت ہمارے ملک کے لیے سازگار نہیں ہے۔

اگر اقلیت کے تمام مذاہب کو ملا دیا جائے تو کم ازکم بیس فیصد آبادی اقلیتوں کی ہے اور کتنی حیرت کی بات ہے کہ اس بیس فیصد کو مکمل طریقے سے نظرانداز کرتے ہوئے یہ پالیسی اپنے انسپائریشن (inspiration) کے لیے وہ صرف قدیم بھارت کی طرف دیکھتی ہے، جیسے کہ جین، بودھ، یہود، نصاریٰ، مسلمان، سکھ وغیرہ کی بے پناہ فکری اور تعلیمی سرمایہ سے اِسے سیکھنے اور انسپائریشن لینے لائق کچھ بھی نہیں ملا، پالیسی کی ابتدائیہ کے یہ الفاظ ہیں ’’ہندوستان کے قدیم اور سناتنی علوم وافکار کے پیش نظر یہ پالیسی تیار کی گئی ہے‘‘ یہ جملہ پوری کہانی آپ سے کہہ رہا ہے۔

جہاں بیس فیصد سے زیادہ اقلیت ہو اور اس قدر تنوع ہو وہاں پوری پالیسی میں لفظ مائنارٹی صرف دو دفعہ آیا ہے، ٹھیک اسی طرح لفظ مدرسہ یا مدرسے کی تعلیم کے بارے میں کہیں پر ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ جب آشرم اور آشرم شالا کا ذکر آسکتا ہے؛ تو مدرسے پر ایسی خاموشی کیوں؟

تمام لسانی اور مذہبی اقلیت کو اپنے ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام وانصرام کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے لیکن پوری پالیسی آرٹیکل 30 کے بنیادی حقوق پر خاموش ہے۔ کیا اس خاموشی سے اقلیتوں میں اعتماد بڑھ رہا ہے؟

عربی کو غیر ملکی زبانوں کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ہے جو کہ یونائیٹڈ نیشنز (United Nations) کی 16 رسمی زبانوں میں سے ایک ہے ۔ جبکہ پراکرت اور پالی میں تمام کورس مٹیریل مہیا کرانے کی بات کی گئی ہے۔ پراکرت اور پالی پر خوب زور ہونا چاہیے؛ لیکن اردو اور عربی کو کیوں چھوڑ دینا چاہیے؟ ایسا کرنے سے قومی تعلیمی پالیسی پر اقلیتوں کا اعتماد بڑھا؛ یا گھٹا؟ اور یہ اس وقت ہے جب تقریبا 70 لاکھ ہمارے شہری بھائی جزیرہ نما عرب سے اپنا معاش کماتے ہیں اور 37 بلین ڈالر ہمارے ملک بھیجتے ہیں۔

یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم بہترین تعلیم کے ماہرین، نصاب کے ماہرین، کریکولم کے ماہرین، پیڈاگوجی کے ماہرین کو لگا کر اس دستاویز کا تجزیہ کروائیں اور سمجھیں کہ اس میں کہاں کہاں فائدے کی چیز ہے اور کیا کیا خطرات ہیں، ان خدشات سے حکومت کو مطلع کرنا چاہیے اور خطرات کو کم کرنے کے لیے ہمیں تمام آئینی متبادل کو تلاش کرنا چاہیے۔

مدرسہ کی تعلیم کا ہدف

اگر مطلع ابرآلود ہو اور بہت تیز بارش ہو رہی ہو جس سے کہ ساحل چھپ جائے تو تیراک کس سمت تیرے گا؟ تیراک کے لیے ساحل کا دکھنا بہت ضروری ہے، ساحل کے نظر آنے سے تیراک کو حوصلہ ملتا ہے کہ وہ کنارے تک پہنچ جائے گا۔
مدارس کے طلبہ 9؍سال کی تیراکی کے بعد ساحل کی تلاش میں نکلتے ہیں ان کے اساتذہ انہیں یہ بتاتے ہیں کہ ان کی تعلیم مستوی بکالوریوس یا ماجستیر کی ہوگئی ہے؛ جبکہ فارغین کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جنہیں عربی انشاء اور مضمون نگاری کی بنیادی واقفیت تک نہیں ہے، ان کا یہ حال اس لیے ہوا کہ اس طرف وہ توجہ نہیں دی گئی جو ہم لوگوں کو دینی چاہئے تھی، ہمارے اکثر فارغین تجزیہ اور تحقیق نہیں کرپاتے ہیں، اسلئے کہ ہم لوگوں نے انہیں نہ سکھایا اور نہ سیکھنے کے مواقع دیے یہاں تک کہ بہت سے وہ بھی ہیں جو امام ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی چار کتابوں کے نام نہیں بتاسکتے۔
ایسی حالت میں ہم ان سے کس طرح کی امید کرسکتے ہیں کہ وہ قوم کی قیادت کریں گے؟ امام بنیں گے؟ مدرس بنیں گے؟ مدرسہ میں منتظم ہونگے؟ سوال یہ بھی ہے کہ کیا ہم نے کبھی انہیں قیادت کے موضوعات کو پڑھایا یا امام بننا سکھایا، امام کی ذمہ داریاں بتائیں یا انتظام وانصرام کیسے کرتے ہیں اس کی ٹریننگ دی، یا یہ کہ مدرس بننے کی تربیت دی؟ ہم نے ان میں سے کوئی بھی کام منصوبہ بندی اور پلاننگ کے ساتھ نہیں کیا۔
ایسی حالت میں کیا ہم سب مل کر ایک کورس تیار نہیں کرسکتے جس کورس کو کرنے کے بعد ہمارے فارغین کے اندر پڑھانے کی استعداد پیدا ہوجائے، ایک ایسا کورس جس کے درجات مقرر ہوں اور ہر درجے کی تکمیل کے بعد ان کے اندر کچھ خاص مہارت پیدا ہوجائے جس کی وجہ سے وہ بہتر سے بہتر مدرس بن سکیں، پہلے درجے کی حصولیابی کے لیے ان مضامین کو پڑھا اور پڑھایا جاسکتا ہے: ☆ بنیادی تعلیم کیوں، کیا اور کیسے؟ ☆ انسانی ارتقاء اور تعلیم ☆ جذبہ محرکہ کے نظریات اور ان کی تنفیذ کے عملی طریقے ☆ کلاس روم مینیجمنٹ ☆ کلاس روم کے لیے پہلے دن کی منصوبہ بندی ☆ تشخیص وجوہات، کیا، کب، اور کیسے ☆ سیکھنے اور سکھانے پر غور کرنے کا طریقہ ☆ تدریسی آلات: استعمال، انتخاب، افادیت کی تشخیص۔
اگر ہم لوگ اپنے اذہان اور وسائل کو جوڑ لیں تو یہ کام بہت خوبی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔ ہم لوگ مدارس کے لیے ایک ٹیچنگ کریڈنشیل پروگرام قائم کرسکتے ہیں جس سے ہمارے تمام مدارس کو بے پناہ فائدہ ہوسکتا ہے اور مدارس میں تعلیم کی کوالٹی بہت تیزی کے ساتھ اوپر اٹھ سکتی ہے، بالکل ایسا ہی ٹریڈنگ پروگرام ائمہ، منتظمین، اور دعاۃ کے لیے تیار کیا جا سکتا ہے۔

اپنا محاسبہ

پچھلی دوصدیوں میں انہی مدارس کے تربیت یافتہ علماء نے برصغیر ہند کو قیادت بھی دی، معاشی فکر کے دائرہ کار کو بھی وسیع کیا، نئے سماجی تجربے بھی کیے، سیاست میں اپنی اسلامی فکر کو پوری طرح سامنے رکھتے ہوئے شراکت داری میں حکومتیں بھی قائم کیں، اور تعلیم کے میدان میں دنیا کی سطح پر انقلاب بھی پیدا کیا۔
اصلاً تو ہم انسان کو، کرۂ ارض پر خلافت عطا کی گئی تھی تاکہ ہم انسان اُس کا نام بلند کرسکیں اور ایسے عدل وانصاف کے نظام کو قائم کریں کہ تمام مخلوق امن وامان کے ساتھ رہ سکے۔ اسلامی فکر کو ایسے تھامیں، رسول کی ایسی اتباع کریں کہ لوگ ہماری فکر، ہمارا عمل، ہمارا اخلاق، اور اپنے لئے ہمارا اخلاص اور درد دیکھ کر خود جہنم سے بچنے کو تیار ہوجائیں۔
آج ہم دوراہے پر کھڑے ہیں، ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم جو کر رہے تھے وہ ہم کرتے رہیں اور جو نتائج آرہے ہیں ان سے لگاتار جھوجھتے رہیں اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ ہم کم ازکم اخلاقی قیادت اور خدمت کو بڑھ کر تھام لیں۔ تب ہمیں پتا چلے گا کہ: ☆ 811؍ملین لوگ ہر روز بھوکے سو رہے ہیں جبکہ اناج گوداموں میں سڑ رہے ہیں ☆ دنیا میں 9؍ملین لوگ جیل میں بند ہیں ☆ 50؍لاکھ افراد ناقص طبی سہولیات کی وجہ سے ہر سال جاں بحق ہوجاتے ہیں ☆ ہماری 40؍لاکھ بہنیں اور 10؍لاکھ بیٹیاں جبری جنسی استحصال کا شکار ہورہی ہیں ☆ 2030ء تک صرف ہمارے ملک میں 40؍فیصد آبادی کے پاس پینے کا پانی نہیں ہوگا ☆ 150؍ملین لوگ بے گھر ہیں۔
کیا یہ مدارس کی ذمہ داری نہیں کہ ہم ان کا حل ڈھونڈ کر اللہ کی رضا حاصل کریں، کیا اب وقت نہیں آگیا کہ ہم اپنے تمام دکھاوے کو ترک کرکے اسلام کو ایسے قبول کرلیں کہ ہمارے عمل سے اسکا ظہور ہونے لگے ہم وہ ماڈل پیش کرسکیں جس کے لیے ہمارے برادران وطن منتظر ہیں، الحمدللہ ابھی کئی اہم اور مختلف موضوعات پر شاندار گفتگو کی گئی جس سے مدارس کے مسائل حل کرنے اور درپیش چیلینجز کا سامنے کرنے میں کافی مدد ملے گی ان شاءاللہ۔
آج کے اس کنونشن میں جن موضوعات پر خاص طور سے بحث کی گئی ہے وہ یہ ہیں: ☆ مدارس اسلامیہ کی اہمیت و افادیت اور ملک کی تعمیر وترقی میں ان کا کردار ☆ مدارس اسلامیہ کے قیام کا مقصد اور اس میں کامیابیاں ☆ موجودہ حالات میں مدارس کو درپیش مشکلات اور ان کا حل ☆ مدارس اسلامیہ میں تعلیم و تربیت کی عمدگی اور نظام کی بہتری ☆ مدارس اسلامیہ کی زمینوں کے تحفظ کے طریقے اور مفید مشورے ☆ حسابات کو آڈٹ کرانے کے طریقے اور مفید مشورے ☆ مدارس کے رجسٹریشن کا مسئلہ ☆ طلبہ کے طعام و قیام کے بہتر انتظامات اور دیگر سہولیات پر مفید مشورے ☆ نئی قومی پالیسی کے مدارس پر اثرات اور مکاتب کے قیام پر زور۔

تشکر

ایک دفعہ پھر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اپنے بھائیوں کے سامنے اپنی بات رکھنے کی توفیق عطا فرمائی، آپ تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کے آپ تشریف لائے۔ میں امید کرتا ہوں کے آپ اپنے اپنے دائرہ اثر میں مدارس کے منتظمین کو ان موضوعات کی طرف توجہ دلوائیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والسلام!
احمد ولی فیصل رحمانی
امیر شریعت بہار، جھارکھنڈ واڈیشہ
سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی، مونگیر
6 نومبر 2022ء

بلڈنگوں کے نقشوں کی منظوری کے طریقے

انجینئر منظور صاحب امارت شرعیہ

میں یہاں آپ لوگوں کے سامنے بلڈنگ کے متعلق کچھ اہم باتیں پیش کرنے آیا ہوں۔امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے میں آپ لوگوں کو یہ بتانا چاہوں گا کہ آپ لوگ جب بھی اپنے ادارے کے لئے کوئی بلڈنگ بنوائیں تو یہ ضرور دیکھ لیں کہ یہ حکومتی اصول وضوابط کے مطابق ہے یا نہیں۔

ماشاءاللہ آج یہاں بہار،اڈیشہ،جھارکھنڈ اور بنگال کے نمائندے تشریف لائے ہوئے ہیں اور ہر صوبہ کا اپنا اپنا بلڈنگ بائی لاز ہوتا ہے تو اسکے مطابق آپ اگر بلڈنگ بناتے ہیں تو کبھی کوئی پریشانی نہیں آئے گی اور نہ ہی گورنمنٹ کبھی اس کو توڑ پائے گی، کہیں اس بلڈنگ کا رجسٹریشن کرانا ہو یا اس پر لون لینا ہو تو آپکو (approvel map) کی ضرورت پڑیگی،اس لئے پلان منظور کرواکر بلڈنگ بنائیں تو فائدہ ہے،دوسری طرف اگر آپ کے بلڈنگ کا پلان منظور نہیں ہے تو سرکار کی نظر میں غیر معتبر اور غیر قانونی بلڈنگ کہلائے گی،قانون کے لحاظ سے سرکار اسے کبھی بھی توڑ واسکتی ہے،اس لئے اس کے نقصانات زیادہ ہیں،ہر جگہ پلان کی منظوری کے لئے گورنمنٹ کے باڈیز (تنظیمیں) ہوتی ہیں جو منظوری دیتی ہیں،اس کے لئے آپکو کچھ ضروری کاغذات کی ضرورت ہوگی جیسے:(۱) سیل ڈیڈ کی کاپی (زمین کے کاغذات)،(۲) زمین گذاری کی رسید (۳) میوٹیشن آرڈر یا لینڈ پزیشن سرٹیفیکیٹ (یعنی جو یہ بتائیں کہ زمین آپکے قبضے میں ہے) (۴) ہالڈنگ ٹیکس۔

اسکے علاوہ ایک فارم کی ضرورت ہوگی جوکہ آپ کو وہاں کے آفس سے مل جائے گا یا آپ جس آرکیٹیکٹ (فن تعمیر کے ماہر) سے نقشہ بنوائیں گے اس سے مل جائے گا۔

بقیہ :استقبالیہ وتمہیدی کلمات.................

اور مدارس اسلامیہ کی حفاظت کے لیے سب سے پہلے اپنے دل میں مدرسوں میں پڑھنے والے بچوں کے لیے محبت پیدا کرنی ہوگی،ان کے ساتھ اپنے بچوں کی طرح شفقت سے پیش آنا ہوگا،وہاں کے اساتذہ ومنتظمین سے قربت اور قرابت دونوں بڑھانی ہوگی،اوران حضرات کو اپنا محسن سمجھ کر شکر گزار بننا ہوگا،کیونکہ یہی جماعت ہے،جوملت کی تراش وخراش کرتی ہے اور دینی تعلیم وتربیت کرکے دین کا ماہر تیار کررہی ہے اور اس کے لیے کوئی بڑی رقم نہیں لیتی،گزراوقات کے لیے جومل جاتا ہے،اس پر صبر کرلیتی ہے۔مدرسہ کی عمارتوں کو اپنے گھر سے زیادہ عزیز اوراس کا خیال یہ سمجھ کر رکھنا ہوگا کہ یہ ادارے ہی ہماری پہچان ہیں۔“

دینی مدارس کے خلاف منفی ماحول کی تشکیل میں میڈیا بھی حکومتوں کا ہاتھ بٹاتا ہے۔میڈیا پر چھائی ہوئی لابیاں حکومتی خفیہ اداروں کے اشاروں پر ایسے پروگرام اور فیچرز تیار کرتی ہیں جن سے اصل حقائق چھپ جاتے ہیں اور دینی مدارس پر بدنامی کا دھبہ لگ جاتا ہے۔چوں کہ آج پوری دنیا کے اندر نظریاتی جنگ چھڑی ہوئی ہے، دنیا نے ہر ازم اور ہر نظریہ کو آزما کر دیکھ لیا،لیکن سب میں انہیں ناکامی اور نامرادی ہی ہاتھ لگی، بلکہ اس سے نکلنے کے راستے بھی مسدود ہونے لگے۔

ایسے حالات میں صرف ایک ہی نظریہ اسلام ہے جو زمانے کی ترقی کا ساتھ دے سکتا ہے اور وہ بھی فطرت کے عین مطابق،بس یہی بات دشمنانِ اسلام کو برداشت نہیں ہورہی ہے۔ جوں جوں انکشافات اور تجربات سامنے آرہے ہیں،اسلام پر یقین پختہ ہوتا جارہا ہے۔

پروپیگنڈہ کے منفی اثرات

حضرات علماء کرام! مدارس کے خلاف مسلسل پروپیگنڈہ کے منفی اثرات نظر آنے لگے ہیں۔ برادران وطن کا وہ طبقہ جو صاف ذہن کا تھا،ان میں نفرت بھردی گئی ہے۔سرکاری افسران اس منفی ذہن سازی کی وجہ سے مدارس کو دہشت گردی کا آماجگاہ سمجھنے لگے ہیں۔

یوپی،مہاراشٹر اور آسام میں جس طرح مدارس پر شکنجہ کسا جارہا ہے اور اس سلسلے میں معمولی خلاف ورزیوں کو بہانہ بنا کریا تو مدارس کو بند کیا جارہا ہے، یا مدارس کی عمارت کو منہدم کیا جارہا ہے، یا پھر ان مدارس ومساجد میں کام کرنے والوں پر بلا دلیل دہشت گردی کا الزام لگایا جارہا ہے،اور بلا ثبوت کارروائی کی جارہی ہے، نیز آسام میں ملک کے دوسرے علاقوں سے آنے والے علماء پر قانونی وانتظامی قدغن لگائی جارہی ہے۔یہ آئین میں دیے گئے حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے اور قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔

آسام کی اگر بات کریں تو وہاں حکومت نے چارسو مدارس کو ریاستی تعلیمی بورڈ کے تحت باقاعدہ اسکولوں میں تبدیل کردیا ہے۔مدارس کی انتظامیہ کمیٹیوں نے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ہائی کورٹ سے رجوع کیا ہے اور اسے آئین کے آرٹیکل 29 اور 30 کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔عدالت نے کہا کہ آرٹیکل 28(1) ہمارے سیکولر اصولوں کے مضبوط دعوے کے سوا کچھ نہیں ہے۔گوہاٹی ہائی کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف عرضی گزاروں نے خصوصی اپیل دائر کی ہے۔ درخواست گزاروں نے آسام حکومت پر قانون سازی اور انتظامی دونوں اختیارات کا من مانی استعمال کرنے کا الزام لگایا ہے۔

اگر قانون کی معمولی خلاف ورزی پر مدارس کی بندش اور عمارتوں کا انہدام ہی واحد سزا ہے تو کیوں یہی پیمانہ گروکل،مٹھوں،دھرم شالاؤں اور برادران وطن کے دیگر مذہبی اداروں کیلئے نہیں اپنایا جاتا ہے،ایسا لگتا ہے کہ حکومت آئین کو طاق پر رکھ کر من مانی کارروائی کررہی ہے۔

مدارس اسلامیہ کنونشن

حضرات! میں وضاحت کرتا چلوں کہ مدارس کینصاب ونظام کے تعلق سیشکوک وشبہات کی جو دیواریں کھڑی کی جارہی ہیں اسے گرانے،سازشوں کو سمجھنیا ورنئ حکمت عملی کے ساتھ تدابیر اختیار کرنے کے مقصد سے امارت شرعیہ نے مدارس اسلامیہ کنونشن کا انعقاد کیا ہے۔اس میں اختصار کے ساتھ موجودہ وقت کے سبھی مشکلات ومسائل کا احاطہ کیا جائے گا اور اس کا حل پیش کیا جائے گا۔

مدارس کی اہمیت وافادیت اور ملک کی تعمیر وترقی میں ان کا کردار کتنا اہم ہے،اس پر مولانا محمد شبلی القاسمی تفصیلی گفتگو فرمائیں گے۔مدارس اسلامیہ اپنے مقاصد میں کس حد تک کامیاب ہیں،مولانا ابوالکلام قاسمی شمسی اس کا جائزہ لیں گے۔موجودہ حالات میں مدارس کو کیا مشکلات درپیش ہیں،مولانا رضوان احمد اصلاحی اس کا حل پیش کریں گے۔تعلیم وتربیت کی عمدگی اور نظام کی بہتری پر قاضی محمد انظار عالم قاسمی روشنی ڈالیں گے۔مدارس کی اراضی کے تحفظ کے کیا طریقے ہوسکتے ہیں اس پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے لئے عبد الوہاب صاحب آپ کے روبرو ہوں گے۔عمارت بنانے سے زیادہ ضروری اس کی حفاظت کرنا ہے،اس سلسلے میں چھوٹے مدارس کا کیا کہنا، بڑے اداروں کی جانب سے بھی کوتاہیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ادارے میں عمارت کی تعمیر اور نقشوں کی منظوری کیوں ضروری ہے اس کے قانونی داؤ پیچ کو انجینئر منظور عالم صاحب آپ کے سامنے رکھیں گے۔قانونی جہت سے دوسرا اہم کام حسابات کو حکومت کے مقرر کئے ہوئے اصل وضوابط کے مطابق لکھنا اور محفوظ رکھنا ہے،مدارس میں پائی پائی کے حسابات لکھنے کا اہتمام تو ہوتا ہے،لیکن وہ حکومت کے مقررہ ضابطوں کے مطابق نہیں ہوتا۔ہم صرف گوشوارہ بنانے پر ہی اکتفا کرلیتے ہیں۔حسابات کو آڈٹ کرانے کے طریقے اوراس کے نشیب وفراز پر چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ سید سیف اللہ قادری روشنی ڈالیں گے۔ دستور کے مطابق ہمیں اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے کی آزادی ہے،اگر ہم اس کا رجسٹریشن ٹرسٹ یا سوسائٹی کے تحت کرلیتے ہیں تو بے جا شکوک وشبہات سے محفوظ رہتے ہیں اور متعدد فائدے کے مستحق بھی ہوتے ہیں۔مدرسہ شخصی نہ ہو بلکہ شورائیت کے نظام پر قائم ہو،دیکھا گیا ہے کہ بیشتر ایسے مدارس شخصی آمریت کا نمونہ بن گئے ہیں۔طلبا کے طعام وقیام کے بہتر انتظامات پر مولانا سہیل احمد ندوی مفید مشوروں سے نوازیں گے۔نئ قومی تعلیمی پالیسی کے مدارس پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؛مولانا عین الحق امینی قاسمی اس کی باریکیوں سے روشناس کرائیں گے۔

ان کے علاوہ حاضرین وسامعین بھی اپنے خدشات،تاثرات آپ کے سامنے رکھیں گے اوران کے تجربات اور پیش کردہ حل سے بھی ہم مستفید ہوں گے۔اخیر میں حضرت امیر شریعت مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ العالی کا تفصیلی صدارتی خطاب ہوگا جن میں تمام گوشوں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

آئین ہند اور مدارس

ہندوستان میں پھیلے لاکھوں مدارس گزشتہ ڈیڑھ سو برسوں سے عوامی چندوں پر چل رہے ہیں۔ان آزاد مدارس میں کسی بھی سرکار سے کسی طرح کی کوئی امداد نہیں لی جاتی ہے۔یہ دستور ہند کے مطابق قائم ہیں اور آئین میں دی گئی مذہبی آزادی کے تحت تعلیمی سرگرمیاں انجام دے رہے ہیں۔حکام کا بھی ماننا ہے کہ غیر تسلیم شدہ مدارس غیر قانونی نہیں ہیں، بلکہ حکومت کی غیر امداد یافتہ ہیں، جو کسی بورڈ یا محکمہ کے تحت نہیں ہیں۔اتر پردیش میں غیر سرکاری مدارس کا سروے مکمل ہونیپر دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی نے کہا کہ ’یہ صحیح ہے کہ ہمارا مدرسہ کسی بورڈ سے ملحق نہیں ہے لیکن یہ ایک آزاد قانونی تعلیمی ادارہ ہے، جو دستور کی دفعہ 25 کے تحت مذہبی تعلیم دیتا ہے،انہوں نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند اگرچہ کسی بورڈ سے ملحق نہیں ہے لیکن وہ سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ تعلیمی ادارہ ہے جو کسی بھی طرح کی سرکاری امداد نہیں لیتا ہے‘۔یہ مدارس دستور ہند کے مطابق دی گئی مذہبی آزادی کے تحت دینی تعلیم دیتے ہیں۔آئین ہمیں سوسائٹی ایکٹ کے تحت تعلیمی ادارے چلانے کا اختیار دیتا ہے اور جو ادارے اس ایکٹ کے تحت ہیں وہ کسی بورڈ سے ملحق نہ ہونے کے سبب غیر منظور شدہ کہے جاسکتے ہیں لیکن غیر قانونی نہیں ہیں۔

حق بولنے کی جرأت

معزز سامعین! بڑی مشکلوں سے ہمارے اکابر نے یہ مدارس قائم کئے ہیں،سرکار سے کچھ نہ لے کر اپنا پیٹ کاٹ کر مسلمانوں نے ان کی آبیاری کی ہے۔تحقیق اور تفتیش سے ہمیں انکار نہیں لیکن سروے کے نام پر مسلمانوں کو خوفزدہ کرنا یا مدرسہ کی املاک کو اپنی تحویل میں لینا سراسر ظلم وزیادتی ہے۔علماء،ارباب مدارس اور ملی تنظیموں کے لیے قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ اس کے خلاف آواز بلند کرنا، بروقت مزاحمت کرنا اور مناسب تدابیر اختیار کرنا مذہبی فریضہ ہے،ہمیں مدارس کی بقا وتحفظ کے لیے کمربستہ ہونا ہوگا۔ہم نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ امن وامان کے ساتھ ہمارے دینی اداروں کو چلنے دیا جائے،لیکن فرقہ پرست ہمارے وجود کو ختم کرنے کی تمنا رکھتے ہیں، جسے ہر گز نہیں ہونے دیں گے۔

میں اپنی طویل سمع خراشی کے لئے معذرت خواہ ہوں،اور ایک بار پھر آپ تمام حضرات کا تہ دل سے استقبال کرتا ہوں اور کنونشن کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کرنے والے اپنے تمام رفقا ومعاونین کا شکریہ ادا کرتا ہوں-

یہ ملک ہمارا ہے، یہاں کے سارے تعلیمی ادارے ہمیں بے حد عزیز ہیں،ان کو ہمارے اکابرین نے اپنے خون پسینے سے سینچا ہے اور کامیابی کی بلندیوں تک پہنچایا ہے، اسے ہم یوں ہی ضائع ہونے نہیں دیں گے۔پروردگار سے دعا ہے کہ ہماری کوششوں کو کامیابی کے ساتھ مقبول بنائے،اسلام،مسلمان اور مدارس کے ساتھ ہمارا ملک شر ورفتن سے محفوظ رہے۔ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

بہار-فضائی آلودگی کی زد میں

راجدھانی پٹنہ سمیت بہار کے کئی اضلاع میں لوگ زہریلی ہوا میں سانس لے رہے ہیں۔آلودگی کنٹرول بورڈ مسلسل یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ ایئر کوالٹی انڈیکس میں کچھ نہ کچھ بہتری آئے گی۔ اس حوالے سے بہت سے اقدامات کئے جارہے ہیں۔اس کے باوجود راجدھانی سمیت بہار کے کئی اضلاع کی ہوا بہتر ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔کسی کسی وقت مقدار کم ہوتی ہے، ہوا میں پی ایم 10 کے ذرات کی مقدار کا معیار 100 ہے، یہاں تک کہ اب راجدھانی پٹنہ میں یہ مقدار 221 نظر آرہی ہے، جو سانس لینے میں بہت خطرناک ہے۔پٹنہ میں ایکو پارک کے قریب فضائی آلودگی کی پیائش کرنے والی مشین نصیب کی گئی ہے،جس میں ایئر کوالٹی انڈیکس 222 ہے۔اس کے ساتھ ہی مجموعی طور پر پٹنہ کا ایئر کوالٹی انڈیکس 291 پہنچ گیا ہے۔

پڑوسی ملکوں سے آنے والے اقلیتوں کو ملے گی ریاست کی شہریت

گجرات اسمبلی الیکشن سے عین قبل بی جے پی کی قیادت والی مرکزی سرکار نے بڑا قدم اٹھایا ہے۔مرکز نے پاکستان، افغانستان اور بنگلہ دیش سے آنے والے اور فی الحال گجرات کے 2 ضلعوں میں مقیم ہندوؤں،سکھوں، بودھوں، جینیوں، پارسیوں اور عیسائیوں کو ہندوستانی شہریت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ شہریت قانون 1955 کے تحت نافذ کیا جائے گا۔متنازع شہریت ترمیمی ایکٹ 2019 (سی اے اے) کے بجائے شہریت ایکٹ 1955 کے تحت شہریت دینا کافی اہم ہے۔واضح رہے کہ سی اے اے میں افغانستان، بنگلہ دیش اور پاکستان سے آنے والے ہندوؤں،سکھوں، بودھوں، جینیوں، پارسیوں اور عیسائیوں کو ہندوستانی شہریت دینے کا بھی التزام ہے۔چونکہ ایکٹ کے تحت ضابطے اب تک سرکار کی جانب سے نہیں بنائے گئے ہیں۔اس لئے اس کے تحت اب تک کسی کو بھی شہریت نہیں دی جاسکی ہے۔مرکزی وزارت داخلہ کے نوٹیفکیشن کے مطابق گجرات کے آنند اور مہسانا ضلعوں میں رہنے والے ہندوؤں، سکھوں، بودھوں، جینیوں، پارسیوں اور عیسائیوں کو ہندوستان کے شہری کے طور پر رجسٹریشن کی اجازت دی جائے گی یا پھر انہیں ملک کے شہری ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا جائے گا۔ یہ شہریت ایکٹ 1955 کی دفعہ 6 اور شہریت ایکٹ 2009 کے التزامات کے مطابق دی جائے گی۔ گجرات کے 2 ضلعوں آنند اور مہسانا میں رہنے والے ایسے لوگوں کو آن لائن درخواست دینی ہوگی۔ضلع سطح پر کلکٹر کی جانب سے اس کا ویریفکیشن کیا جائے گا، اس کے بعد کلکٹر درخواست کے ساتھ اپنی رپورٹ مرکزی سرکار کے پاس بھیجے گا۔اگر کلکٹر پورے عمل سے مطمئن ہوتا ہے تو وہ درخواست گزار کو ہندوستانی شہریت فراہم کرے گا اور اس کا سرٹیفکیٹ بھی سونپے گا۔کلکٹر کے پاس آن لائن کے ساتھ ہی ایک رجسٹر بھی رکھا جائے گا۔اس میں ملک کے شہری کے طور پر اس طرح رجسٹرڈ یا ملک کی شہریت دیئے گئے لوگوں کی تفصیل ہوگی،جس کی ایک کاپی ہفتہ بھر کے اندر مرکزی سرکار کے پاس بھیجنی ہوگی (ایجنسیاں)

جسٹس چندر چوڑ بنے چیف جسٹس

جسٹس یو یوللت کی بطور چیف جسٹس مدت کار ختم ہوگئی ہے۔ان کی مدت کے آخری فنکشن بینچ اپنے ورک ڈے کے آخری دن بیٹھی۔ان کے جانشین سی جے آئی جسٹس چندر چوڑ روایتی طور پر سی جے آئی کے ساتھ دائیں طرف بیٹھے تھے۔وہیں جسٹس بیلا مادھوریہ ترویدی بائیں جانب بیٹھ گئیں۔ایجنڈے میں شامل 15 مقدمات میں سے زیادہ تر ثالثی اور منتقلی سے متعلق تھے۔کمرہ عدالت میں ایس ایس جی ایشوریہ بھائی نے ریٹائر ہونے والے چیف جسٹس للت کو بھی مبارکباد دی۔چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے کہا کہ کئی کامیاب چیف جسٹس ہوئے ہیں لیکن آپ نے اپنی الگ اور منفرد پہچان بنائی ہے۔آپ نے جو اصلاحی اقدامات کئے ہیں وہ مستقبل میں بھی جاری رہیں گے۔انہوں نے کہا کہ قانون اور ہندوستانی سماجی زندگی کے بارے میں آپ کی گہری سمجھ آپ کو کمرہ عدالت کے اندر اور باہر ایک الگ اور منفرد پہچان بناتی ہے۔جسٹس چندر چوڑ نے جسٹس للت کے اہل خانہ اور ان کے والد کو بھی بہت سی نیک خواہشات بھیجیں۔سی جے آئی جسٹس للت نے کہا کہ جب وہ پہلی بار سپریم کورٹ آئے تو سی جے آئی جسٹس چندر چوڑ کے سامنے ہوتے اور اب وہ جسٹس چندر چوڑ کو کمان سونپ رہے ہیں۔ آئینی بنچ کے بارے میں جسٹس للت نے کہا کہ جب انہوں نے 3 آئینی بنچوں کو بیک وقت سماعت کرتے دیکھا تو وہ بہت مطمئن ہوئے۔ بڑے اطمینان کے ساتھ میں اس شاندار دربار کو الوداع کہہ رہا ہوں۔

طب وصحت

صحت کیلئے سبزیاں بہت ضروری

اکثر لوگ سبزیاں اس وقت کھاتے ہیں جب گوشت گھر میں نہ پکا ہو۔گوشت کے ساتھ مل کر یا گوشت کے بغیر بھی سبزیاں بہت ذائقے دار بنتی ہیں مثلاً پالک، گوبھی، شلجم، گاجر، آلو اور دوسری کئی سبزیاں۔ہم گوشت کھانے میں زیادہ لذت محسوس کرتے ہیں سائنس اور طب گوشت اور مرغن غذاؤں کے کئی نقصانات سے بھی آگاہ کر رہے ہیں۔زیادہ گوشت کھانے کے کئی نقصانات کے باوجود اکثر لوگ گوشت سے بنے مرغن کھانوں کو ہی اچھے کھانے قرار دیتے ہیں۔ کوئی دعوت قورمہ، بریانی، نہاری، پائے یا کباب وغیرہ کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی۔تقریبات میں سلاد کی پلیٹ تکلفاً رکھی جاتی ہے۔کباب سامنے ہوں تو پیاز ضرور کھالی جاتی ہے ٹماٹر اور سلاد کے پتے یا مولی بہت کم استعمال ہوتی ہے۔

سبزی، دل کی محافظ ہے

کئی اقسام سبزی کولیسٹرول (LDL) کے خلاف سینہ سپر ہو جاتی ہے، دل کی حفاظت کرتی ہے۔ایسے ممالک جہاں سبزیاں بکثرت استعمال ہوتی ہیں وہاں دل کے امراض کی وجہ سے شرح اموات بھی کم ہوتی ہیں۔جاپان کے لوگ سبزی خوری کی وجہ سے زیادہ صحت مند ہیں۔سبزیاں ہمارے دل کے اردگرد اور خون میں چکنائی اور دیگر غیر ضروری پروٹینز کی مقدار میں کمی کرتی ہیں۔کئی سبزیوں میں ایسے فائبرز موجود ہوتے ہیں جو خون میں شامل کولیسٹرول کو کنٹرول کرتے ہیں۔

سبزی، وزن کنٹرول کرتی ہے

سبزیاں کھانے سے وزن متناسب ہو جاتا ہے جن لوگوں کو وزن کم کرنا ہے وہ سبزیوں کو ابال کر یا سلاد کی صورت میں کھائیں، پکانا ہو تو کم سے کم روغن میں پکائیں اور کھانے سے پہلے چکنائی علیحدہ کر کے کھائیں۔ چند دن میں ہی فرق محسوس کریں گے۔

کینسر سے مدافعت آسان ہوجاتی ہے

ماہرین غذائیت کا کہنا ہے کہ زیادہ گوشت کھانے والوں کو کینسر کا خطرہ زیادہ ہو سکتا ہے، مختلف سبزیاں مثلاً پالک، شلجم، بند گوبھی، پھول گوبھی، گاجر اور مولی وغیرہ ہمارے جسم کو کینسر مخالف اجزاء فراہم کرتی ہیں۔ان سبزیوں میں موجود کئی کیمیائی اجزاء کینسر کے مضر اثرات کے راستے میں حائل ہو کر ان کی نشو ونما کو ختم کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

جسم کو گوشت کی بھی ضرورت تو ہے مگر

اچھا سبزی خور بننے کے لئے نہ وقت لگتا ہے نہ زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے۔واضح سبزی نامکمل پروٹین ہوتی ہے اس لئے اگر آپ دو سبزیوں کو ملا کر پکائیں تو زیادہ بہتر ہے۔پھلیوں کو اناج کے ساتھ ملا کر پکایا جائے مثلاً مٹر، مونگ پھلیوں کو چاول یا گندم کے ساتھ تیار کیا جائے۔پھلیوں کو بیجوں کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ہمیں اپنی غذاؤں میں گوشت کی مقدار کم اور سبزیوں کی مقدار زیادہ رکھنی چاہیے۔

گوشت کی متبادل سبزیاں

اگر سبزیوں کو کم پروٹین کی حامل اجناس کے ساتھ کھایا جائے مثلاً آلو اور اناج میں چاول وغیرہ کا استعمال کرنے سے ہمیں ضروری کاربوہائیڈریٹس اور چکنائی حاصل ہو جاتی ہے۔ ماں بننے والی خواتین کو ڈاکٹر کے مشورے کے ساتھ زیادہ پروٹین اور کاربوہائیڈریٹس پر مبنی سبزیوں کا استعمال کرنا چاہیے۔بچوں کو دودھ پر مشتمل غذاؤں کے ساتھ سبزیوں کا استعمال بھی کرایا جائے تو ان کی خوراک متوازن ہو جاتی ہے۔گاجروں کے موسم میں وقفہ وقفہ سے آدھی گاجر دے کر دودھ پلا دیا جائے یا کھیرا دیا جائے تو غذائی نشو ونما کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

چند اہم نکات

دودھ کے ساتھ ترش اشیاء نہیں کھانی چاہئیں مچھلی کھا کر شہد نہ کھایا جائے۔☆ جب دہی کھانا ہو تو گرم روٹی کے ساتھ نہ کھائیں، تھوڑی دیر کمرے کے عام درجہ حرارت میں روٹی رکھ دیں پھر کھالیں۔☆ کھیرا کھانے سے بیس سے پچیس منٹ پہلے کھالیں خاص کر کھچڑی کھانے کا پروگرام ہو تو ایک ساتھ نہ کھائیں۔☆ خربوزے پر شہد ڈال کر نہ کھائیں، وقفے کے بعد کھالیں۔☆ مولی کھانی ہو تو دہی نہ کھائیں۔☆ اگر انڈا کھانا ہو تو فوراً دہی نہ کھائیں۔☆ تربوز، پانی کے جزو پر مشتمل پھل ہے۔اسے کھیرے اور ککڑی کے ساتھ کھانا پیٹ میں گرانی کا سبب بن سکتا ہے۔

ہڈیوں کو مضبوط بنانے کے لیے بہترین پھل

آلو بخارہ ہر موسم میں خشک حالت میں بھی دستیاب ہوتا ہے اور اس شکل میں بھی یہ پھل صحت کے لیے انتہائی فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔ایسا مانا جاتا ہے کہ یہ پھل ہاضمے کے لیے بہت زیادہ فائدہ مند ہے مگر یہ ہڈیوں کی صحت کے لیے بھی مفید ہے۔ یہ بات امریکا میں ہونے والی 2 نئی طبی تحقیقی رپورٹس میں سامنے آئی۔ پنسلوانیا اسٹیٹ یونیورسٹی کی تحقیقی رپورٹس میں دریافت کیا گیا کہ روزانہ خشک آلو بخارے کھانے سے ہڈیوں کی کمزوری اور حجم میں کمی کی روک تھام ممکن ہوسکتی ہے۔

درمیانی عمر کی 235 خواتین کو ان تحقیقی رپورٹس کا حصہ بنایا گیا تھا کیونکہ خواتین میں ہڈیوں کی کمزوری کا خطرہ مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتا ہے۔پہلی تحقیق میں ورم اور ہڈیوں کی صحت کے درمیان تعلق کا جائزہ لیا گیا۔نتائج سے معلوم ہوا کہ ورم اور تکسیدی تناؤ ہڈیوں کی صحت پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں، جیسے ہڈیوں کا حجم گھٹنے لگتا ہے۔دوسری تحقیق میں خشک آلو بخارے کھانے کی عادت سے ہڈیوں پر مرتب اثرات کا جائزہ لیا گیا۔اس مقصد کے لیے 4 گروپس بنائے گئے جن میں سے ایک کو اس پھل سے دور رکھا گیا، دوسرے گروپ کو روزانہ 5 سے 6 اور تیسرے گروپ کو روزانہ 10 سے 12 خشک آلو بخارے کھانے کی ہدایت کی گئی۔چوتھے گروپ میں شامل کچھ خواتین کو روزانہ 5 سے 6 جبکہ کچھ کو روزانہ 10 سے 12 خشک آلو بخارے کھانے کی ہدایت کی گئی۔محققین کے مطابق نتائج سے معلوم ہوا کہ خشک آلو بخارے کھانے سے ہڈیوں کی صحت بہتر ہوتی ہے۔انہوں نے بتایا کہ اس سے قبل بھی تحقیقی رپورٹس میں معلوم ہوا تھا کہ خشک آلو بخارے کھانے سے ہڈیوں کی صحت بہتر ہوتی ہے اور اب پھر اس کی تصدیق ہوئی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ خشک آلو بخارے ہڈیوں کو مضبوط بنانے کے حوالے سے اہم ثابت ہوسکتے ہیں۔انہوں نے مزید بتایا کہ خشک آلو بخاروں میں متعدد وٹامنز اور منرلز موجود ہوتے ہیں جو ہڈیوں کے لیے اہم ہوتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ پھل ورم کا مقابلہ بھی کرتا ہے جس سے بھی ہڈیوں کی صحت بہتر ہوتی ہے۔انہوں نے کہا کہ اس حوالے سے مزید تحقیق جاری رکھی جائے گی تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ یہ پھل ہڈیوں کی صحت کے لیے بہترین کیوں ہے۔

Volume:62/72,Issue:43 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

اس دور میں انسان کا چہرہ نہیں ملتا
کب سے میں نقابوں کی تہیں کھول رہا ہوں (مغیث الدین فریدی)

تجاویز بابت تحفظ مدارس اور نظام تعلیم وتربیت

زیر صدارت: مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی امیر شریعت امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

بموقع

مدارس اسلامیہ کنونشن منعقدہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ مطابق ۶ رنومبر ۲۰۲۲ء

بمقام

المعہد العالی ہال امارت شرعیہ

مدارس اسلامیہ نے ہر دور میں تعلیم کی ترویج واشاعت میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں، بے حیائی، فحاشی، لادینی اور بے راہ روی کے خلاف اس نے تربیت کا ایک ایسا نظام نافذ کیا کہ طلبہ وطالبات میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فروغ ہوا اور سماج میں صالح اقدار نے رواج پایا۔ مدارس اسلامیہ کنونشن کے شرکاء کا احساس ہے کہ ان مدارس کی تعلیمی وتربیتی خدمات کو نظر انداز کر کے مدارس کو غیر قانونی اور دہشت گردی کے اڈے کہہ کر بدنام کرنے کی روش، فرقہ پرستوں کی جانب سے سوچی سمجھی سازش کا حصہ ہے، اس پس منظر میں مدارس اسلامیہ کنونشن کے چند درج ذیل تجاویز پر اتفاق کرتے ہیں۔

(۱) مدارس اسلامیہ جہاں کہیں بھی ہیں اور جس معیار کے ہیں وہ اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق دفعہ ۲۹۔۳۰ کے تحت قائم ہیں، انہیں غیر قانونی قرار دینا خود غیر دستوری ہے، اس لئے ان اداروں پر حملے کسی کی جانب سے ہوں اور جہاں کہیں بھی ہوں، کنونشن کے شرکاء کے نزدیک قابل مذمت اور ہمارے حقوق میں دخل اندازی کے مترادف ہے، اس لئے حکومت کو اس قسم کی حرکتوں سے باز رہنا چاہئے اور جان لینا چاہئے کہ مسلمان اسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کریں گے۔

(۲) مدارس اسلامیہ جہاں کہیں بھی ہوں اور جس معیار کے ہیں انہیں ٹرسٹ یا سوسائٹی ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ کرالینا وقت کی بڑی ضرورت ہے، اس لئے اس کام کو منصوبہ بند انداز میں جلد از جلد کرالیا جائے۔

(۳) مدارس اسلامیہ کے تعلیمی معیار کو مضبوط کرنے کے لئے نصاب تعلیم مرتب کیا جائے، مدارس کی تعلیم کو اہداف پر مبنی کر دیا جائے اور تدریسی آلات تیار کئے جائیں، ایک ایسا نصاب جس کی تکمیل کے بعد مدارس کے فارغین کے اندر تدریس کی مضبوط استعداد پیدا ہو اور وہ بہتر مدرس اور اچھے داعی بن سکیں، اس کی تیاری کے لئے ایک کمیٹی کی تشکیل حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم فرما دیں اور انہیں کام کو محدود وقت میں مکمل کرلیا جائے تا کہ اگلے تعلیمی سال سے مدارس میں اس کا نفاذ ہو سکے۔

(۴) اس نصاب تعلیم میں تدریسی آلات کے استعمال کے ساتھ مشاہدہ کرنے پر بھی زور دیا جائے تا کہ ہمارے طلبہ علی وجہ البصیرت ان مسائل کو سمجھ سکیں جو انہیں مختلف کتابوں میں پڑھائے جا رہے ہیں، مشاہدہ کے ذریعہ اوقات صلوۃ، بیوع وغیرہ کے مسائل اور کیل واوزان کو بآسانی سمجھانے کے لئے اسے تعلیمی نصاب کا جز بنائیں۔

(۵) مدارس اگر شخصی زمین پر قائم ہو تو اس کی رجسٹری مدرسہ کے نام پر فوری طور پر کرالیا جائے تا کہ سرکاری دخل اندازی اور خود جس کے نام زمین ہے اس کے ورثاء کے خرد برد سے مدارس کی آراضی کو تحفظ حاصل ہو، جن مدارس کی آراضی مدرسہ کے نام ہے لیکن داخل خارج اور سرکاری ضابطہ کے جو تقاضے ہیں ان کو پورا نہ کیا گیا ہو تو فوری طور پر اس طرف توجہ دی جائے۔

(۶) جن علاقوں میں مدارس کی عمارت کی تعمیر کے لئے نقشہ منظور کرانا ضروری ہے، تعمیر سے قبل اس کی منظوری سرکاری محکمہ سے ضرور لی جائے اور اگر منظور شدہ عمارت پر کوئی سرکاری ٹیکس لگتا ہے تو اسے ضابطہ کے مطابق ادا کیا جائے۔

(۷) مدارس اسلامیہ میں حساب کتاب کا جو قدیم طریقہ رائج ہے وہ یقیناً صاف وشفاف اور دیانت کے مطابق ہے لیکن موجودہ حالات میں اسے india accounting standards، سرکاری ضابطۂ محاسبی کا پابند کیا جائے جس سے شفافیت اور بڑھ جاتی ہے اور سالانہ حساب آڈٹ کرا کر رکارڈ میں رکھا جائے۔ سوسائٹی یا ٹرسٹ کے ضابطہ کے مطابق اسے سرکاری محکمہ میں جمع کرنا ضروری ہو تو ضابطہ کی پابندی کی جائے۔

(۸) ہر قسم کے کاغذات کے محفوظ رکھنے کا بندوبست کیا جائے اور اس سے کسی حالت میں بھی صرف نظر نہ کیا جائے۔

(۹) طلبہ کے قیام وطعام کے لئے محکمہ بہبودیٔ اطفال نے جو پیمانہ مقرر کر رکھا ہے اس کی پابندی کی جائے، طلبہ کے لئے مناسب غذا اور اچھی رہائش کا انتظام کیا جائے، یہ طلبہ کی جسمانی ودماغی نشو ونما کے لئے بھی انتہائی ضروری ہے، اس سے طلبہ کا رجوع مدارس اسلامیہ کی طرف بڑھے گا اور امراء بھی اپنے بچوں کو مدارس میں داخل کرنے لگیں گے۔

(۱۰) طلبہ درس وتدریس میں شفقت ومحبت کا ماحول قائم کیا جائے، اس سے بچوں کی رغبت تعلیم کی طرف بڑھے گی۔ غیر ضروری تادیب سے پرہیز کیا جائے۔

(۱۱) مدارس میں تعلیم، ورزش، مطالعہ اور تربیت کے لئے ایک نظام الاوقات بنایا جائے تا کہ طلبہ میں ہر کام وقت پر کرنے کا مزاج بنے اور نماز پنج گانہ، تلاوت قرآن اور درس کی پابندی سے کبھی بھی صرف نظر نہ کیا جائے۔

(۱۲) مدارس کے نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور نظام امتحان میں یکسانیت پیدا کی جائے، مقدار خواندگی تکمیل کے مسابقاتی مزاج پیدا کرنے کی غرض سے اجتماعی نظام کے ساتھ جڑا جائے، امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے زیر اہتمام قائم وفاق المدارس الاسلامیہ اس اجتماعی نظام کی بہترین شکل ہے، اس لئے اس ضرورت کی تکمیل کے لئے امارت شرعیہ کے وفاق سے جڑ جانا بھی اس کی ایک شکل ہے۔

(۱۳) بنیادی دینی تعلیم کے فروغ کے لئے ہر گاؤں میں خود کفیل مکاتب قائم کئے جائیں، ممکن ہو تو قریب کے بڑے مدارس ان مکاتب کی نگرانی کے فرائض انجام دیں اور ان کے میزانیہ میں گنجائش ہو تو بعض ایسے گاؤں کو گود لے لیں جہاں کے لوگ اپنی غربت کی وجہ سے مکاتب کا نظام قائم نہیں کر پا رہے ہوں، اس سے ان مدارس کا دائرہ کار بھی بڑھے گا اور اس گاؤں کے لوگوں کی توجہ مدرسہ کی طرف بڑھے گی۔

(۱۴) مسلمان لڑکے اور لڑکیوں میں مذہب سے بیزاری اور غیر سے اختلاط کے نتیجے میں ارتداد کے واقعات میں کثرت سے اضافہ ہو رہا ہے، مدارس اسلامیہ کو اپنے علاقوں میں اس معاملہ پر خصوصی نظر رکھنی چاہئے اور گارجین حضرات کو گھر کے ماحول کو پاکیزہ رکھنے پر آمادہ کرنا چاہئے۔

(۱۵) مدارس اسلامیہ کو اپنے مدرسہ کی دینی تعلیم کو متاثر کئے بغیر عصری تعلیم کے ادارے قائم کرنے چاہئے، ان اداروں کے نصاب میں بنیادی دینی تعلیم اور اسلامیہ ماحول کو اپنی ترجیحات میں شامل کرنا چاہئے۔

(۱۶) مدارس کو اصلاح معاشرہ کے کاموں کے لئے آگے آنا چاہئے اور ہر علاقہ میں مقامی، سماجی برائیوں کو دور کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے، جمعہ کے خطبے اور دینی جلسے اس کام کے لئے انتہائی موزوں ہیں، دعوتی اور تبلیغی سرگرمیاں بھی مدارس میں جاری رہنا چاہئے، اس سے بھی اصلاح کا بڑا کام ہوتا ہے۔

(۱۷) پچاس پچاس کی تعداد میں مہتمم حضرات کے لئے آٹھ گھنٹے کا تربیتی اجتماع رکھا جائے گا، جس میں حسابات اور اراضی کے تحفظ وغیرہ کے سلسلہ میں اس فن کے ماہرین کے ذریعہ تربیت دی جائے گی۔

(۱۸) مدارس سے متعلق مسائل اور پریشانیوں کے حل کے لئے ایک ہیلپ لائن نمبر جاری کیا جائے گا تا کہ مشکل حالات میں مدارس اسلامیہ کی مدد کی جا سکے۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں ۔ **رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 957650779**

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (**منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-14/11/2022, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے